Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اسلام کا عائلی نظام اور اردو ڈرامہ (اشفاق احمد کے خصوصی حوالے سے)

منزہ اسماعیل[1]   محمد سلمان بھٹی،[2]   محمد امجد عابد،[3]

Abstract:
In this article various aspects of family life have been described in the light of Islamic views.Different quranic verses and ahadiths have been added to make it authentic. Islam is a complete code of life which binds a man and a woman through the institution of nikah. Nikah guarantees a peaceful society. Therefore Islam has prescribed proper principles for nikah. In urdu literature generally and in urdu dramas specifically the themes of nikah, divorce, dowry,children brought up and the rights of husband and wife can frequently be seen. Such themes can also be observed in the dramas before the emergence of Pakistan. In the writings of Ishfaq Ahmed the reflection of Islamic principles can vividly be seen. For this reason his famous drama serials Shala Kot, Shehr-e-Arzoo and Man Chalay ka Soda have been described in detail.

کلیدی الفاظ: عائلی زندگی، میاں بیوی، قرآن مجید، نیکی، گناہ، نکاح، طلاق، اندر سبھا، آغا حشر، بانو قدسیہ، عورت،، مرد، ڈرامے، تصوف، اشفاق احمد۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات نے انسان کو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے اِس دنیا میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کے بدنِ اطہر میں روح پھونکی تو آدم کسی مونس اور ساتھی کے خواہاں نظر آئے اس عالمِ تنہائی میں جنت کی رنگینیاں بھی انھیں خوش کرنے کے لئے کافی ثابت نہ ہو سکیں۔ تب ربِ کائنات نے آدم کی پسلی سے اماں حوا کو تخلیق کیا۔ اماں حوا حضرت آدمؑ کی رفیق حیات اور غمگسار تھیں اور یوں آدم و حوّا کے ملاپ سے عائلی زندگی کا آغاز ہوا۔ عائلی زندگی یا گھریلو زندگی خاندان یا گھرانے پر مشتمل لوگوں کی زندگی کو کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں عائلہ کا لفظ بیوی اور گھر کے افراد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع عائلات یا عیال ہے۔ عائلی زندگی سے مراد گھر کے اُن تمام افراد کی زندگی ہے جو ماں باپ اور بچوں پر مشتمل ہو۔ عائلی زندگی کے معنی و مفہوم میں خاندان کے دیگر تمام رشتے بھی آتے ہیں اور ان کے لئے خاندان، گھرانے یا کنبے جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ عائلی نظام انسانی معاشرت کا ستون ہے جس میں قومیں بگڑی اور سنورتی ہیں۔ عائلی زندگی کی حیثیت ایک چھوٹی مگر بنیادی حکومت کی سی ہوتی ہے جو دنیا میں تعمیر اور معاشرتی ذمّہ داریوں کے لئے قیام امن وامان کی ضامن ہوتی ہے۔ اس کا سربراہ شوہر جبکہ بیوی کو وزیر کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور اولاد بمنزلہ رعایا قرار پاتی ہے۔ ایک کنبہ تہذیب و تمدّن کے لئے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے گویا یہ اولین معاشرتی اکائی ہے۔ پہلے مرد تنہا ہوتا ہے شادی کے بعد بیوی گھر میں آتی ہے، پھر اولاد ہوتی ہے۔ چند کنبوں کے اکھٹے ہونے سے برادری کی بنیاد پڑتی ہے اور چند برادریوں کی آمیزش سے ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے جوڑے بنا دیئے ہیں تاکہ اُن سے ان کی نسل جاری و ساری رہے۔ انسان کے لئے زمین و آسمان کی ساری کائنات بنائی گئی، اس لئے انسانی بچے کی پرورش و تربیت پر زیادہ اہتمام اور ذمّہ داری عائد کر دی گئی۔ مرد اور عورت کے قانونی رشتے سے ہی مرد اور عورت کی زندگی منظم، مرتب اور مستقبل کی تعمیر کے لئے متحد ہو جاتی ہے اور ایسا مرحلہ آجاتا ہے کہ دونوں اولاد کی پرورش اور

1. Lecturer in Urdu, Government College for women,Peshawar Road, Rawalpindi.
2. Assistant Professor of Urdu, University of Education, Lower Mall Campus, Lahroe.
3. Lecture in Urdu, University of Education, Township Campus, Lahore.

Vol 4 No.3 2020

HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

تربیت کے لئے اپنا سکون و آرام وقف کر دیتے ہیں وہ محبت اور جانثاری کے ساتھ بچے کی حفاظت اور نگہداشت سے مستقبل کی بنیادیں مستحکم کر کے ملت کی تعمیر کرتے ہیں۔ مِل جُل کر رہنا انسان کی بنیادی جبلت ہے۔

> ”پیدائش کے وقت فطرت کے ساتھ اپنے سابقہ رشتے کو توڑنے کے ساتھ ہی ہر انسان دیگر انسانوں سے بھرے ہوئے اس جہان میں تنہا ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال میں اگر وہ دوسروں کے ساتھ سنگت قائم نہ کر سکے تو تنہائی، بے بسی اور ناطاقتی کے احساسات میں گھٹ کر مر جائے “[1]

مرد اور عورت کے اختلاط سے بننے والے خاندان کے تمام افراد مل کر عائلی زندگی کی بنیاد رکھتے ہیں۔ عائلی زندگی کسی بھی معاشرے کی بنیادی اساس ہے۔ میاں بیوی اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتے ہیں، جس سے مرد معاشرے میں احسن انداز سے اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اُردو زبان میں عائلہ کا لفظ عربی زبان کے راستے داخل ہوا ہے اور مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک معنی ”گھر کے لوگ“ ہیں۔ عربی میں اس کے معنی خاندان کے ہیں اُردو میں یہ عیال یا عائلہ کے معنی میں مستعمل ہے۔ جبکہ انگریزی میں اس مقصد کے لئے Family کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

عربی میں فیملی Family کے لئے آسرۃ اور عائلہ دونوں لفظ مستعمل ہیں۔ وہ طرز حیات جو میاں بیوی اور اُن کے بچوں سے متعلق ہو عائلی زندگی کہلاتا ہے۔ عائلی زندگی ایک خاندان تشکیل کرتی ہے جو انسان کے معاشرتی نظام کی بنیاد ہے۔ عائلی زندگی کی شروعات ایک مرد اور عورت کے باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے اور دو انسانوں سے مل کر بننے والا چھوٹا سا ادارہ انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے بڑی اور اہم ترین کڑی ہے۔ قانونی اصطلاح میں جب عائلی قوانین کا ذکر کیا جاتا ہے، انگریزی میں اس کا ترجمہ Family laws سے کیا جاتا ہے۔ وہ قانون جن کا تعلق ازدواج سے ہو جن میں بچوں کی کفالت، نان ونفقہ اور دوسرے شادی کے مسائل حل کیے جا سکیں۔ معاشرے کے بالغ افراد کے رشتہ ازدواج میں بندھتے ہی عائلی قوانین کے نفاذ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ انسان کی عائلی زندگی اس کے ذاتی کردار اور افعال پر اثر انداز ہوتی ہے عائلی زندگی میں کوئی شخص فرد واحد کے طور پر اپنے کلی اختیارات کا مالک نہیں ہوتا۔ دیگر فریقین (زوجہ، بچے) بھی اس کے اختیارات میں کسی نہ کسی حد تک شریک ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے ماہرین سماجیات خاندان کی درج ذیل صورت حال پیش کرتے ہیں۔

> *"The most common form fo contemporary kin group is the nuclear family". The nuclear family is typically composed of a husband and wife living with their dependent children in houshold that is separate from the relatives of either spouse.*
>
> *The extended family refers to the network of relatives that Radiates out from a given nuclear family (Grandparents, Cousins)...... Supplement the efforts of members of the nuclear family in certain family activities....... Polygymy (Where two or more women are married to one man) Or Polyandry (Where two or more men are married to the same women) the result of such marriages is that two or more nuclear families share a single spouse - parent."2*

عائلی زندگی (Family System) معاشرے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ بنیادی اساس ہے۔ یہ وہ اکائی ہے جو فرد میں احساس ذمہ داری پیدا کرتی اور انسان اپنے اندر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی اہلیت کو اُجاگر کرتا ہے۔ انسان انفرادی طور پر نہ اپنی زندگی گزار سکتا ہے اور نہ ہی معاشرے کے لئے کار آمد فرد ثابت ہو سکتا ہے علم عمرانیات کے ماہرین (Family) کو ایک ادارہ قرار دیتے ہیں۔ مشہور مقولہ ہے۔ “The family is Universal Social institution.”

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مغربی پاکستان میں 1964ء میں عائلی عدالتون کا قانون منظور کیا گیا جس کے تحت عدالتوں کو (۱) تنسیخ نکاح (۲) مہر (۳) نفقہ (۴) اعادہ حقوق زوجیت (۵) ولایت نابالغاں اور (۶) جھوٹا دعوی نکاح کے مقدمات کی سماعت کا کلی اور بلا شرکت اختیار دیا گیا۔۳

اگر قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ مرد ہمیشہ ہی حاکمیت کا نمائندہ رہا ہے۔ اس حوالے سے آدم وحوا کی پیدائش کا ایک مستند واقعہ ہے جس کے مطابق آدمؑ کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا۔ انجیل مقدس کے مطابق یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت میں شادی کا آغاز کیا اور حوّا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔

> "The LORD GOD said it is not good for the man to be alone. I will make a helper suitable for you...... But for Adam no suitable helper was found. So the GOD caused the Adam to fall into deep sleep; and while he was sleeping, he took one of the man's ribs and than closed up the place with flesh. Then the God made a woman fram the rib, he had taken out of the man, and he brought her to the man" (Genesis. 2: 18-22)"4

یوں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انسانی کبھی اُمہاتی، عائلی یا مادر سری نظام معاشرہ کا رواج نہیں رہا قرآن پاک کی درج ذیل آیت اس امر کی تائید کرتی ہے:

> "اور ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے ہم نے بیویاں اور اولاد بنائی"۵

اس آیت سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اللہ نے مردوں کے لئے بیویوں کو پیدا فرمایا اور مردوں کو اُن پر حاکم بنایا۔ قرآن مجید نے آدم اور حوا کی جنت میں موجودگی کا ذکر یوں ہے:

> "اے آدم تم اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں رہو اور یہاں تم جو مرضی کھاؤ پیو (البتہ) اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں اپنا نقصان کر بیٹھو گے۔"۶

یہ تاریخ انسانی کا اولین اور مستند ترین حوالہ ہے۔ جہاں ہمیں اس دنیا سے قبل یعنی جنت میں مرد اور عورت کے بندھن کا ذکر مل جاتا ہے۔ قرآن مجید میں عائلی زندگی کے اصول وضوابط موجود ہیں۔ اسلام سے پہلے دنیا میں اور تہذیبوں کے عائلی نظام زندگی میں ویسا ربط تسلسل، اور عدل موجود نہ تھا۔ جو دین مبین کا خاصہ ہے اس نے میاں بیوی کے رشتے کو پاکیزہ ترین رشتہ قرار دیا ہے۔ مرد اور عورت کی مستقل رفاقت ایک مستحکم معاہدے نکاح کے ذریعے قائم ہوتی ہے۔ نکاح کے ذریعے مرد اور عورت باہمی قربت کا اعلان کرتے ہیں۔ نکاح کے ذریعے مرد اور عورت پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ مرد خاندان کا نگران ہوتا ہے اور اس کے ذمہ عورت کے نان ونفقہ اور بچوں کی کفالت ہوتی ہے۔ عورت کے ذمے گھر کا نظام اور بچوں کی پرورش اور تربیت ہے۔

قرآن مجید میں ہمیں بہت سے انبیاء کی عائلی زندگی کا ذکر ملتا ہے جس میں حضرت ابراہیم اور اُن کی دو بیویاں حضرت سارہؓ اور حضرت ہاجرہؓ شامل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور ننھے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنے گئے تو آپ کی نیک بیوی نے آپ کے حکم سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اللہ نے نیک بیوی کی فرمابرداری کا صلہ کچھ اس انداز سے دیا کہ قیامت تک حضرت ہاجرہؓ کی اپنے بچے کے لیے پانی کی تلاش کو حج کا اہم رکن بنا دیا اور ننھے اسماعیل کے ایڑھیاں رگڑنے سے جاری ہونے والا چشمہ آج تک بنی نوع انسان کی پیاس بجھا رہا ہے اور قیامت تک بجھاتا رہے گا۔ عائلی زندگی کے حوالے سے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا بھی ذکر ہے جو لوگوں

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کو حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف اُکساتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے طوفانِ نوح میں اُن کی بیوی اور بیٹے کو غرق کر دیا۔ عائلی زندگی کی ایک بہترین مثال حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں۔ جنھوں نے شوہر کی تکلیف دہ بیماری میں ایک لمحہ بھی اُن کا ساتھ نہ چھوڑا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی شدت بہت زیادہ ہونے کے باوجود اُن کی نیک بیوی آخر تک اُن کی مونس اور غمگسار رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو شفایاب کر دیا۔

فرعون اور آسیہؓ کی عائلی زندگی کا ذکر بھی ہمیں قرآن پاک میں ملتا ہے حضرت آسیہؓ ایک نیک فطرت خاتون تھیں انھوں نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے گھر اور اپنی گود میں پالا جس کی پاداش میں فرعون نے انھیں قتل کروا دیا۔ نبی پاک ﷺ کی اپنی ذاتِ بابرکت عائلی نظام زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ نے 24 برس کی عمر میں 40 برس کی خاتون حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ عمروں کی یہ تفاوت کسی بھی طرح اُن کی عائلی زندگی پر اثر انداز نہ ہو سکی۔ آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے بے پناہ محبت کی آپ حضرت خدیجہ کے متعلق فرماتے تھے کہ حضرت خدیجہ نے اس وقت میری مدد کی جب سب سے مجھے ٹھکرایا۔ حضرت خدیجہؓ ایک مالدار خاتون تھیں۔ انھوں نے اپنے مال و دولت سے نبی پاک ﷺ کی اعانت کی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے سال کو آپ ﷺ نے "غم کا سال" قرار دیا۔ نبی پاک ﷺ نے بعض روایات کے مطابق 9 جب کہ بعض روایات کے مطابق 11 نکاح کیے۔ آپ نے تمام ازواج مطہرات کے ساتھ برابری کا سلوک کیا۔ کسی بھی شوہر کے لیے نبی پاک ﷺ کی زندگی بطورِ شوہر ایک عظیم الشان نمونہ ہے۔ حضرت عائشہ اور نبی پاک ﷺ کی حیات مبارکہ محبت کی بے پایاں مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور نبی پاک ﷺ کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہونے کے باوجود آپ نے شاندار ازدواجی زندگی گزاری۔ آپ کی انہی نیک زوجہ کے باعث احادیثِ نبوی ﷺ کا بہت بڑا حصہ محفوظ ہوا۔ نبی پاک ﷺ حضرت عائشہؓ سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آپ جس جگہ پیالے کو منہ لگا کر پانی پیتی تھیں اللہ کے نبی اسی جگہ اپنے لب مبارک لگا کر پانی پیتے۔ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کی ہر خواہش کو پورا کرتے۔ عائلی زندگی سے متعلق نبی پاک ﷺ کی حیات مبارکہ تمام مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

اسلام ایک عالمگیر اور دائمی مذہب ہے جو پوری بنی نوع انسان کے لئے امن کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام کے قوانین کے مطابق ایک مرد اور ایک عورت ایک دوسرے پر تب تک حرام ہیں جب تک وہ ایک خاص معاہدے "نکاح" کے تحت ایک دوسرے کی زوجیت کو قبول نہ کریں۔ البتہ قرآن پاک میں اللہ نے وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ بعض رشتے محرم ہیں اور بعض نامحرم اسلام نے مثالی عائلی زندگی کو فروغ دیا ہے جس میں رشتوں کی حرمت اور تقدس کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

عورت اور مرد کے تعلق سے ایک نئی نسل وجود میں آتی ہے اس سے رشتے، کنبے برادری اور دوسرے تعلقات پیدا ہوتے ہیں بالآخر یہی رشتے، پھیلتے پھیلتے معاشرے تک جا پہنچتے ہیں خاندان ہی وہ ادارہ ہے جس میں ایک نسل اپنے بعد آنے والی نسل کو انسانی تمدن کی نہایت وسیع خدمات سنبھالنے کے لئے نہایت، محبت، ایثار، دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تیار کرتی ہے۔ عائلی نظام کی بنیاد مرد اور عورت کا وہ قانونی رشتہ ہے جسے "نکاح" کہا جاتا ہے۔ نکاح کے لئے اللہ نے چند شرائط رکھی ہیں جن کو پورا کرنا فرض ہے اور وہ تمام شرائط خاندان کی فلاح و بہبود کے لیے اور مثالی عائلی زندگی قائم کرنے کے لئے بہترین ہیں۔ اسلام، عائلی نظام کے تحت ایک نسل کے بعد آنے والی نسل کو بھی انسانی تمدن کی وسیع خدمات کے لیے محبت 'ایثار اور

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

خیر خواہی جیسے جذبات پیدا کرنے کا خواہشمند ہے۔ اسلام عائلی زندگی کے ساتھ روحانیت کو فروغ دیتا ہے جبکہ دیگر مذاہب رشتہ زوجیت کو روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تسلیم کرتے ہیں۔ اسلام نے نکاح کو مرد اور عورت دونوں کے لئے خیر وبرکت کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں حکم ہے:

"اور اپنے میں سے بن شوہر کی عورتوں (خواہ کنواری ہوں یا بیوہ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے صالحوں کا نکاح کر دیا کرو اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ ان کو اپنی مہربانی سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے" ۷

نبی ﷺ نے نکاح کے پاکیزہ رشتے کے متعلق کچھ یوں بیان فرمایا:

"میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جس نے میرے طریقے سے روگردانی کی تو وہ مجھ سے نہیں۔" ۸

نکاح کو مسلمانوں کے لئے پاکیزگی ہی نہیں بلکہ رب تعالیٰ نے انعام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی صالحہ عورت اور صالح مرد بھی ہے۔ دین اسلام مرد اور عورت کے نکاح کا ایک مقصد ایک دوسرے کی پردہ پوشی بھی بتایا گیا ہے۔ اس انتہائی قریبی بندھن میں بند کر دونوں ایک دوسرے کی زندگی کے اہم رازوں کو فاش کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے رفیق اور غمگسار ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو" ۹

اسلام نکاح کی ترغیب اس لیے دیتا ہے کہ انسان زناکاری جیسے گناہوں کا مرتکب ہونے سے محفوظ رہے۔ ماں باپ اولاد کو اسلامی طرز حیات فراہم کرتے ہیں جس سے ایک متوازن معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ معتدل رویے فروغ پاتے ہیں۔ جب کہ قرآن پاک میں زنا اور بدکاری کو بہت بڑا گناہ اور معاشرے کی تباہی وبربادی کا سبب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسی آزدی اور تحفظ اسلام کے پیروکاروں کو دی اس کی مثال کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ بظاہر تو عائلی زندگی سے مراد شوہر اور بیوی کی ازدواجی زندگی ہے ان کے آپس کے تعلقات اور معاملات عائلی زندگی کے اہم عناصر ہیں لیکن مجموعی طور پر عائلی زندگی سے مراد محض دو افراد پر مشتمل ازدواجی زندگی نہیں ہے بلکہ اس میں دیگر افراد خانہ جن میں برصغیر کے حوالے سے خاص طور پر اور دنیا کے دیگر خطوں کے حوالے سے بھی کسی حد تک والدین بہن بھائی اور زیر کفایت دیگر افراد بھی شامل ہیں جو کسی نہ کسی طور پر میاں بیوی کے تعلقات کو استوار کرنے اور بگاڑنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں عائلی نظام کی خرابی کا آغاز رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے قبل ہی ہو جاتا ہے۔ لوگ رشتہ طے کرتے وقت اپنے بچوں کے بارے میں بہت سے ایسے حقائق پوشیدہ رکھتے ہیں جو بعد ازاں دونوں خاندانوں کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ کہیں عمر پوشیدہ رکھی جاتی ہے تو کہیں ذات۔ "ضرورت رشتہ" کے اشتہاروں میں دونون فریقین اپنی قابلیت کو غیر ضروری حد تک بڑھاچڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ دولت گھر اور جائیداد کے متعلق غلط حقائق بیان کر کے شادی تو ہو جاتی ہے مگر بعد میں جب سچائی سامنے آتی ہے تو دونوں فریقین ذاتیات پر اُتر آتے ہیں۔ ایسے رشتوں کا انجام عموماً طلاق یا خلع ہوتا ہے۔ نکاح اگرچہ نہایت مضبوط رشتہ ہے۔ لیکن کسی بھی صورت نباہ نہ ہونے کے بعد آخری حل علیحدگی ہی بچتا ہے۔ اللہ نے حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق قرار دی ہے۔ مرد جب اپنی بیوی سے دوری اختیار کرتا ہے تو بیوی کی ذات شکست وریخت کا شکار ہو جاتی ہے جس سے وہ گھریلو امور پر دھیان مرکوز نہیں کر پاتی۔ نتیجتاً عائلی نظام کی وہ مضبوط بنیادیں جو اعتماد پر قائم ہوتی ہیں رفتہ رفتہ متزلزل ہونے لگتی ہیں۔ دوسری، تیسری یا چوتھی شادی ہمارے مذہب کے نقط نظر سے معیوب بات نہیں ہے لیکن جس خطے میں ہم رہتے ہیں وہاں ایک عورت دوسری عورت کے وجود کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں حکم آیا ہے:

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمھیں خوش آئیں، دو دو، تین تین، اور چار چار، پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو"۱۰

عائلی زندگی میں ایک خاندان کو بہتر طور سے قائم رکھنے کے لئے والدین کی تربیت کا عمل ناگزیز ہے۔ لیکن موجودہ زمانے میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ والدین ملازمت پیشہ ہونے کے باعث یا چند دیگر محرکات کے باعث اولاد کی تربیت کی طرف توجہ نہیں دے پاتے۔ جب موجودہ نسل کی بہتر تربیت نہیں کی جائے گی تو آئندہ آنے والے خاندان خود بخود مسائل کا شکار ہوتے جائیں گے۔ والدین کا بچوں سے ہمہ وقت رابطہ ہونا چاہئے جس سے وہ اپنے مسائل والدین کو بتا کر بہتر طور پر ان کا حل تلاش کر سکیں۔

ہمارے ہاں بعض عورتوں کو اس لئے طلاق دے دی جاتی ہے کہ اُن کے ہاں بیٹیاں جنم لیتی ہیں۔ اسلام میں اس سوچ کو ناپسند کیا گیا ہے کہ جس میں بیٹیوں کو بیٹوں سے کم تر سمجھا جائے۔ ہمارے عائلی نظام میں ایک بڑی قباحت بیٹیوں کو جائیداد میں حصّہ نہ دینا ہے بیٹا ہو یا بیٹی اللہ کے حکم کے مطابق اسے وراثت میں حصہ دینا چاہئے وہ عورتیں جن کے خاوند کی وفات ہو جائے اُن کو اور اُن کے بچوں کو بھی جائیداد اور مال و دولت میں ان کے شرعی حق سے محروم کر دیا جاتا ہے اللہ نے بیوؤں اور یتیموں کا مال کھانا حرام عمل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنوں تم یتیموں کا مال ان کو واپس کیا کرو۔

"اے لوگو! یتیموں کے مال ان کو واپس پہنچا دو اور اچھے مال کو بُرے مال سے تبدیل مت کرو اور نہ ہی ان کے مال اپنے مالِ کے ساتھ ملا کر کھایا کرو بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔"۱۱

عائلی نظام محض میاں بیوی سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس رشتے کے قائم ہونے کے بعد اس سے منسلک تمام افراد عائلی نظام کا حصّہ بن جاتے ہیں جہاں بیوی کے ازدواجی تعلقات جو "نکاح" سے قائم ہوتے ہیں اگر ان میں نوبت اس حد تک آجائے کہ ساتھ رہنے کی کوئی صورت ممکن نہ رہے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے لئے طلاق کا حق رکھا ہے ازدواجی تعلقات کو توڑنے اور منقطع کر دینے کا نام طلاق ہے اور طلاق تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز ہے۔ طلاق کے متعلق قرآن کے احکامات نہاتی واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم عورت کو طلاق دینا چاہو تو اس عزت سے رخصت کرو کسی بھی معاملے میں ان پر زیادتی نہ کرو۔

اُردو ڈرامے میں عائلی زندگی کی عکاسی:

ڈرامہ فن و ادب کی قدیم ترین صنف ہے۔ ماہرین کا قیاس ہے کہ جب انسان تہذیب و تمدن سے آشنا نہیں ہوا اور نیم وحشیوں کی سی زندگی گزارتا تھا۔ اس دور میں بھی وہ اپنے جذبات اور حرکات و سکنات سے اپنے تجربات کا اظہار کرتا تھا۔ ڈراما عہد قدیم سے ہی لوگوں کو متحرکِ کرتا آرہا ہے۔ اس قدیم صنفِ ادب میں عہد بہ عہد تبدیلیاں بھی ہوتی گئیں۔ ادب اپنی غذا سماج سے لیتا ہے اور اس سلسلے میں اُردو ادب میں بالترتیب داستان، ناول، ڈراما اور افسانہ سر فہرست ہیں۔ ان سب اصناف میں برصغیر اور تقسیم کے بعد پاکستان میں عائلی زندگی کے مسائل کو بڑے احسن انداز سے پیش کیا گیا۔ یہاں سر دست اُردو کے اولین ڈراما نگاروں اور اُن کے کھیلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ہم اشفاق احمد کی ڈراما سریلز سے بحث کریں گے۔ سید مسعود حسین رضوی نے واجد علی شاہ کو اُردو کا پہلا ڈراما نگار اور کی تصنیف "رادھا کنہیا کا قصّہ" کو اُردو کا پہلا ڈرامہ قرار دیا ہے۔ واجد علی شاہ کے بعد سید آغا حسن امانت کی اندر سبھا عہد آفرین ڈرامے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ طالب بنارسی، احسن لکھنوی، بیتاب اور آغا حشر نے جب پارسی کمپنیوں کے لئے ڈرامے لکھنے شروع کیے تو ان کی کوششوں سے ڈرامے کے موضوعات میں تبدیلی آئی اِن ڈراموں میں آغا حشر کا رنگ سب سے جداگانہ اور منفرد ہے۔

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

انھوں نے معاشرتی مسائل کو اپنے ڈرامے کا موضوع بنایا۔ آغا حشر کے نمائندہ ڈراموں میں اسیر حرص یہودی کی لڑکی خواب ہستی، رستم وسہراب شامل ہے۔ اس دور میں مولانا ظفر علی خاں اور عبد الماجد دریا باری کے ڈراموں سے اُردو میں جدید ڈراموں کا آغاز ہوا۔ آغا حشر کے ڈراموں میں عائلی زندگی جھلکیاں ملتی ہیں۔ ترکی حور 1922ء میں آغا حشر نے میڈن تھیٹرز لمٹیڈ کے لئے لکھا۔ اس کی کہانی ایک وفا شعار اور شوہر پرست عورت رشیدہ کے گرد گھومتی ہے۔ جو ہر قیمت پر اپنی عزت کی حفاظت کرتی ہے:

"زیاد: ڈر کر پیچھے ہو کر ہٹ گئیں اطمینان رکھے یہ آپ کا گھر ہے۔

رشیدہ: جناب میں اپنے شوہر کو جو موٹر سے زخمی ہو گئے لینے آئی مہربانی فرما کر بتلایئے کہ وہ کونسے کمرے میں ہیں؟

زیاد: ہاہاہاہاہا

رشیدہ: آپ ہنستے ہیں۔

زیاد: اس لیے کہ آپ میرے مکان کو زخمیوں کا ہسپتال سمجھ کر آئیں ہیں اس گھر میں میرے دل کے سوا جو ان بھوؤں کی تلواروں اور نگاہوں کی چھریوں سے گھائل ہو گیا ہے دوسرا کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔

رشیدہ: تو کیا یہ دغاباز مجھے دھوکہ دے کر یہاں لایا ہے۔

زیاد: یہ دنیا خود دھوکہ ہے اس لیے یہاں ہر کام دھوکے سے چلتا ہے۔

رشیدہ: سمجھ گئی آنکھوں کے آگے سے اندھیرہ دور ہو گیا۔ بد معاش! خدا تجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔"۱۲

اس ڈرامے کا مرکزی نقطہ بیوی کی شوہر سے وفاداری ہے۔

رستم وسہراب، یوں تو رزمیہ ڈرامہ ہے لیکن اس کے کرداروں میں عائلی زندگی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اس ڈرامے میں تہمینہ کا کردار ایک وفا شعار بیوی کا ہے جو بیٹے کو باپ سے محبت کا درس دیتی ہے، لیکن حالات باپ بیٹے کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔ آغا حشر نے اپنے کئی ڈراموں میں طوائف کو موضوع بنایا ہے، "کام لتا" ایک ایسا ڈرامہ ہے جس میں کام لتا جو ایک بد کردار عورت ہے مجبور اور اپنے پیشے سے متنفر اور بیزار دکھائی دیتی ہے۔ طوائف یا بد کردار عورت کا کردار معاشرے کا ایسا کردار ہے جو عائلی زندگی پر بُری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ جس کے باعث مرد اپنی منکوحہ عورتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ آغا حشر کے ڈرامے "دل کی پیاس" کی ہیروئن بے باک خواتین میں شمار کی جاتی ہے اس ڈرامے میں عورت کا مغربی تعلیم کے غلط استعمال اور اسکے نتائج کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ابراہیم یوسف "اُردو کے اہم ڈرامہ نگار" میں لکھتے ہیں آغا حشر کے ڈراموں کے متعلق لکھتے ہیں:

"حشر کے دیگر اصلاحی ڈراموں میں یہ اہم ڈرامہ ہے کیونکہ اس میں بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں ہندوستانی روح کو برقرار رکھنے کا رجحان ملتا ہے۔"۱۳

"سلور کنگ" کا موضوع بھی "ترکی حور" سے ملتا ہے۔ اس کا خاوند بد قماش ہے پروین اس کا اہم کردار ہے لیکن پروین اپنے خاوند کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ وہ مشرقی اقدار کی حامل ایک نیک سیرت بیوی ہے۔ جس کی زندگی کا محور و مرکز اس کا خاوند ہے وہ ایک گناہگار بد قماش اور بد خصلت انسان ہے مگر اس کی بیوی پروین اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتی ہے دونوں کے درمیان اعتماد بحال ہوتا ہے:

"افضل: پروین جس طرح شیطان جنت میں داخل ہونے کی جرات نہیں کر سکتا اس طرح میں بھی اس گھر کو جسے تیری عصمت اور نیکی نے مقدس بنایا اپنی نجس ہستی سے ناپاک نہیں کر سکتا۔

پروین: میرے پیارے تمہاری افسوس اور ملامت بھری تقریر مجھے اُمید دلاتی ہے کہ تم نے اپنی غلطی جان لی ہے اس لئے اپنی اور تمہاری بہتری کے لئے ہر طرح کا اطمینان ہے۔ چلو گھر چلو جب مرض کی تشخیص ہو جائے تو علاج بالکل آسان ہو جاتا ہے۔"۱۴

1917ء میں عبد الماجد دریا آبادی کا لکھا ہوا ڈرامہ "زود پشیماں" منظر عام پر آیا۔ یہ وہ دور تھا جب ملک میں اصلاحِ معاشرت کی تحریک نے زور پکڑ ارکھا تھا اس ڈرامے میں عبد الماجد دریابادی نے بچپن کی شادی یا لڑکی کی رضامندی کے بغیر کی جانے والی شادیوں سے پیدا ہونے والے المناک اور تلخ حقائق کے خلاف علمِ بغاوت کو بلند کیا ہے۔ پنڈت موہن دتاتریہ کیفی کے ڈرامے "مراری دادا" اور "راج دلاری" کا موضوع بھی اصلاح معاشرت ہے امتیاز علی تاج کا "انار کلی" اور ڈاکٹر سید عابد حسین کا "پردہ غفلت" ایسے ڈرامے میں جنہیں اردو ادب میں عائلی زندگی کے حوالے سے اعلیٰ معیار کے حاملِ ڈرامے قرار دیا جاسکتا ہے۔ امتیاز علی تاج کے ڈراموں میں "صید وصیاد" اور "قرطبہ کے قاضی" میں بھی عائلی زندگی کے معاملات ملتے ہیں۔

1936 میں ریڈیو کی آمد سے ہی اُردو ڈرامے کو ترقی کا ایک نیا میدان ہاتھ لگا اس دور کے ممتاز ڈرامہ نگاروں میں سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور عصمت چغتائی کو اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ رفیع پیر اور فضل حق قریشی نے بھی ریڈیو کے لئے دلکش ڈرامے لکھے۔ آزادی کے بعد خواجہ احمد عباس، حبیب الرحمن شاہ ساگر سرحدی، اظہر افسر اور ابراہیم یوسف پروفیسر شمیم حنفی اور غلام جیلانی نے اس صنف کو وسعت عطا کی۔ تقسیم کے بعد ایک طرف جہاں ڈرامہ نگاری کے فن کی حالت خراب ہوئی اور اس کے موضوعات میں خاص تبدیلی آئی اس دھچکے سے اُردو ڈرامہ کے موضوعات میں تبدیلی آگئی۔ جدید دور نے جس سیاسی ڈھانچے کو تشکیل دیا اس میں عائد کردہ چیز کو برداشت کے لئے انسان مجبور ہے۔ کیونکہ انسان کا ماضی آگہی کی صلیب پر معلق تھا اس دور کے انسان کی فطری تصویر کشی ڈرامے "اُکھڑے لوگ" میں نظر آتی ہے۔ اس ڈرامے کے متعلق ڈاکٹر ابراہیم یوسف کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"اکھڑے لوگ بظاہر ایک گھریلو ڈرامہ ہے جس میں ماں، بیٹی، باپ، بیٹا سب ایک دوسرے سے بیزار ہیں آپسی رشتے گل سڑ چکے ہیں ان میں آپس میں کوئی پردہ نہیں کنواری لڑکی حمل ضائع کرنے کے لئے گولیاں استعمال کرتی ہے بیوی شوہر کی ترقی کے لئے جسم کا سودا کرتی ہے بھائی کو بہن کے عاشقوں کی تعداد معلوم نہیں کہ کس نے فون کیا تھا۔ اس گھر میں آپس میں اگر کوئی رشتہ ہے تو وہ ایک چھت کے نیچے رہنے کا رشتہ ہے۔"۱۵

ڈاکٹر غلام معین الدین نے 1922ء میں دو سماجی ڈرامے لکھے جس میں ایک ڈرامے کا عنوان "شادی کا اشتہار" تھا اس ڈرامے ونود نامی ایک لڑکا اپنے دوست کے کہنے پر شادی کا اشتہار دیتا ہے بہت غور وخوض کے بعد ایک جگہ بات پکی ہو جاتی ہے وہ لڑکی قوت سماعت سے محروم ہے لیکن ونود اس کی دیگر بہت سی خوبیوں کو مدِ نظر رکھ کر اس سے شادی کر لیتا ہے لیکن شادی کے بعد اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس ڈرامے میں جس اہم مسئلے کو موضوع بنایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ رشتہ طے کرتے وقت بہت سے عیوب پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ جو بعد ازاں دونوں خاندانوں کے لیے بربادی کا باعث بنتا ہے شادی طے کرتے وقت لڑکا یا لڑکی کے عیوب کو نظر انداز کرنا ناعاقبت اندیشی کو ظاہر کرتا ہے اس سے شادی بربادی بن جاتی ہے کچھ مکالمے ملاحظہ ہوں:

"نصیر: (اشتہار کو بغور دیکھتے ہوئے) یار عمر تو بیالیس ہی سال لکھ دی؟

ونود: تو کیا جب لوگ آکر دیکھیں گے تو اندازہ نہ ہو گا؟

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

نصیر: دراصل آج کل لوگ عام طور سے اشتہار میں اپنی اصل عمر سے پانچ سال کم لکھتے ہیں اس لئے آپ کو بیالیس کا نہیں سینتالیس کا سمجھیں گے اور اس میں لکھیں کہ یہ پہلی شادی ہے لڑکا کنوارہ ہے۔

ونود: (ہنستے ہوئے) یعنی کنوارہ لکھنا ضروری ہے؟

نصیر: ہاں بہت ضروری ہے بلکہ لازمی ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ دوسری شادی کے لئے اشتہار دیا۔"١٦

سعادت حسن منٹو، مرزا ادیب، اوپندر ناتھ اشک، کرشن چندر اور عصمت چغتائی نے ترقی پسند تحریک کے مخصوص نقطہ نظر سے بہت سے ایسے ڈرامے قلمبند کیے جن کا مقصد عائلی نظام کے پیچیدہ نکتوں کو واضح کرنا تھا۔

اگر ٹیلی وژن ڈرامے پر نظر ڈالی جائے تو اشفاق احمد، بانو قدسیہ، امجد اسلام امجد، احمد ندیم قاسمی۔ کمال رضوی، سلیم چشتی ریاض فرشوری کے نام نمایاں ہیں۔"ریت کی جھاگ" بانو قدسیہ کا کامیاب معاشرتی ڈرامہ ہے جو ٹیلی وژن پر پیش کیا گیا اور پسند کیا گیا۔ بانو قدسیہ کی ڈرامہ سیریز "کہانی گھر" کو بھی بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ اشفاق احمد کے "حیرت کدہ""محفوظ ماموں""ایک محبت سو افسانے""طوطا کہانی" اور "اور ڈرامے" کے عنوان سے طویل سیریز نے بہت شہرت حاصل کی۔ احمد ندیم قاسمی نے "ایک چہرہ کئی چہرے" اور "شب وروز" کی شکل میں جبکہ منو بھائی نے "عجائب گھر" اور "پ سے پہاڑ" جیسی سیریز لکھ کر عائلی زندگی کے مختلف مسائل پر روشنی ڈالی اصغر ندیم سید کا تحریر کردہ ڈرامہ "نجات" عائلی زندگی کے حوالے سے اہم ڈرامہ ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی نہ ہونے سے عورتوں کی صحت پر مرتب ہوئے والے اثرات اس ڈرامے کا مرکزی موضوع ہے ہمارے معاشرے بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ نہ ہونے سے روزانہ کئی عورتیں غذائیت کی کمی کے باعث پیچیدگیوں کا شکار ہو رہی ہیں۔ اصغر ندیم سید نے اس اہم موضوع پر قلم اُٹھایا اور نہایت موثر انداز میں ڈرامہ تحریر کیا۔ احمد ندیم قاسمی کے علاوہ ندیم ہاشمی کا تحریر کردہ ڈرامہ "آغوش" ایک بے حد موثر ڈرامہ سیریل تھا۔ اس ڈرامے کا مرکزی کردار ایک بیوہ عورت ہے جس کے خاوند کی وفات کے بعد اس کے بچوں کو مختلف رشتے داروں میں بانٹ دیا گیا جہاں ان بچوں کے ساتھ بے حد ناروا سلوک روا رکھا گیا۔ بچوں کی جدائی میں ماں نیم پاگل ہو جاتی ہے عائلی زندگی میں رشتے داروں کی بے حسی کو جس طرح اس ڈرامے میں پیش کیا گیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ ناہید سلطانہ اختر کی تحریر کردہ ڈرامہ سیریل "آنچ" عائلی زندگی کے ایک اہم پہلو کو احاطہ کرتی ہے وہ ہے دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی کے بچوں کی سوتیلی ماں کے ساتھ نفرت آمیز رویہ عموماً ہمارے معاشرے میں سوتیلی ماں کو ایک نہایت بھیانک اور خوفناک ہستی قرار دیا جاتا ہے سوتیلی ماں کے گھر آتے ہی بچوں کی وجہ سے جو تناؤ اور کشیدگی پیدا ہوتی ہے اس کی زد میں میاں بیوی خود بھی پوری طرح آجاتے ہیں۔ "بندھن" منشا یاد کا ایک ایسا یادگار ڈرامہ سیریل ہے جس کی پوری کہانی ایک نئے شادی شدہ جوڑے کے گرد گھومتی ہے دونوں کا تعلق امیر گھرانے سے ہے۔ شادی کے فوراً بعد ان کے والدین بیرون ملک چلے جاتے ہیں اور وہ دونوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں شادی کے بعد میاں بیوی کا ایک دوسرے کو سمجھنا اور ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنا بے حد ضروری ہے۔ دونوں میاں بیوی اپنی اپنی انا کی قید میں رہتے ہیں حتیٰ کہ نوبت خلع تک پہنچ جاتی ہے۔ ڈرامے کا اختتام پر وہ دونوں اس حقیقت کو سمجھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ اس رشتے کو برقرار رکھنے میں ہی دونوں کی خوشی ہے۔

اشفاق احمد کے ڈرامے پچھلی کئی دہائیوں سے ناظرین اور قارئین کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں، اشفاق احمد کے ڈراموں کا مرکزی نقطہ میری رائے کے مطابق "اصلاح معاشرہ" اور تصوف ہے۔ تصوف کا مقصد بھی انسان کو خالقِ مطلق کی پہچان کرواکے اُس کے من کی دنیا کو سنوارنا ہے۔ من کی دن کے سنوارنے سے خارجی دنیا خود بخود سنور جاتی ہے۔ اشفاق احمد کی اکثر ڈراموں کا مرکزی نکتہ قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

نبوی ﷺ ہوتی ہے۔ان کے کردار زندگی کی کشمکش سے گزر کر رفتہ رفتہ ہدایت کے راستے پر زینہ بہ زینہ چڑھتے ہیں اور ڈرامہ کے آخر میں اُن کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے "ایک محبت سو افسانے"، "توتا کہانی"، "حیرت کدہ"، "بند گلی"، "من چلے کا سودا" یہ ٹیلی ویژن پر کاسٹ ہونے والی ایسے ڈرامہ سیریز تھیں جنہیں عوام نے بے حد سراہا "حیرت کدہ" ایک ایسی ڈرامہ سیریز تھی جس میں اشفاق احمد نے مافوق الفطرت عناصر کو ڈرامہ کا جزو بنایا جو اس سے قبل داستانوں کا حصہ ہوا کرتے تھے۔"ایک محبت سو ڈرامے" میں محبت جیسا پاکیزہ جذبہ زیادہ کارفرما نظر آتا ہے "شاہلا کوٹ" اور "توتا کہانی" معاشرتی ناانصافیوں اور انسانی نفسیات کے گہرے مشاہدے کے حامل ڈرامے ہیں۔"بند گلی" اور "ننگے پاؤں" میں معاشرتی رویئوں اور ناہمواریوں سے پیدا ہونے والے مسائل کا تذکرہ ملتا ہے۔"من چلے کا سودا" اشفاق احمد کا ایک ایسا ڈرامہ ہے جس میں اُن کے صوفیانہ نظریات پورے عروج پر نظر آتے ہیں، لیکن اِن تمام ڈراموں میں عائلی زندگی کے حوالے سے ہمیں بہت سے ایسے نظریات ملتے ہیں جو اشفاق احمد کی سوچ کے عکاس ہیں۔اشفاق احمد کی ملاقات گورنمنٹ کالج میں بانو قدسیہ سے ہوئی جو بعد ازاں ان کی شریکِ حیات بنیں۔اشفاق احمد کے ڈراموں میں عائلی زندگی کے حوالے سے اکثر کردار اشفاق احمد کی نقل معلوم ہوتے ہیں ان کے اکثر ڈراموں میں ہمیں ایسے مثالی شوہر نظر آتے ہیں جو زندگی کے ہر سرد گرم میں اپنی شریک حیات کے مونس اور مددگار رہتے ہیں جیسے "سائیں اور سائیکٹرسٹ" اور "توتا کہانی" کی کہانی نمبر 12 جہاں شوہر اپنی بیویوں پر دل و جان سے قربان ہیں۔اِس طرح اکثر ڈراموں میں ہمیں بانو آپا جیسی دھیمے مزاج کی بیویاں بھی نظر آتی ہیں جو ہر نازک اور مشکل گھڑی میں سب کچھ چھوڑ کر بس اپنے شوہر کا ساتھ دیتی ہیں۔

زبان و بیان کے لحاظ سے بھی اشفاق احمد کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔انھوں نے اپنے دلکش اسلوب اور خوبصورت منظر کشی کے ذریعے واقعات اور کرداروں میں بلا کی اثر انگیزی اور تاثر پیدا کیا ہے۔زندگی ہو یا موت ہر جگہ اشفاق احمد نے اپنی تخلیقی قوتوں کو بروئے کار لا کر جس طرح منظر کشی کی ہے وہ اس میں لاثانی نظر آتے ہیں انھوں نے اپنے ڈراموں میں موضوع اور کرداروں کی مناسبت سے زبان کا استعمال کیا ہے لہٰذا ان کی زبان ان کے کرداروں کے جذبات واحساسات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے ان کے ڈراموں میں متوسط گھرانے کی عورتوں کی روزمرہ کی زبان اور گھریلو محاوروں کا بے محابہ اور برمحل استعمال ملتا ہے۔اشفاق احمد ڈراموں کو دلکش اور پرتاثیر بنانے کے لیے تشبیہ استعارہ اور تلمیح کا استعمال بھی کرتے ہیں۔طرزِ نگارش کی ایک اہم خوبی اشفاق احمد کا شاعرانہ اسلوب ہے وہ سیدھی سادھی بات کو بھی اس دلکش انداز سے کہتے ہیں کہ ڈرامے کی فضاء میں شگفتگی اور لطافت پیدا ہو جائے اشفاق احمد نے اپنے ڈراموں میں ہندی، پنجابی، پشتو، سندھی اور انگریزی الفاظ کا بھی کثرت سے استعمال کیا ہے لیکن باوجود اس طرزِ نگارش کے ڈرامے میں کہیں بھی سطحیت یا بے کیفی پیدا نہیں ہوتی اور کہانی کا فطری بہاؤ قائم رہتا ہے بحیثیت مجموعی اشفاق احمد کے ڈرامے زبان و بیان کے لحاظ سے کامیاب ہیں۔اشفاق احمد نے اپنے ڈراموں میں محبت کو نئی جہتوں اور نئے زاویوں کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے بیشتر ڈراموں میں محبت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا کوئی بھی ڈرامہ اِس جذبے کی عکاسی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

اشفاق احمد نے تین ڈراما سریلز تحریر کیں۔شاہلا کوٹ، من چلے کا سودا اور شہر آرزو، یہاں عائلی زندگی کے حوالے سے ان تینوں کا تجزیہ اسی ترتیب سے کیا جائے گا۔**شاہلا کوٹ** کی بنیادی فضاء ہمارے پنجاب کے دیہاتوں کی ہے یہ "اعتراف جرم" کی کہانی ہے۔غلطی سرزد ہونا انسان کی سرشت میں موجود ہے لیکن کچھ لوگوں کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطی پر پچھتاتے ہیں اور معافی کے مانگنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔چوہدری عبدالجبار کے بیٹے چوہدری سرفراز سے رقابت کی آگ میں ایک نوجوان سعد سلمان کا قتل ہو جاتا ہے۔جس کے بعد وہ دونوں

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030

ISSN Print : 2709-4022

باپ بیٹا سعد سلمان کے والد ماسٹر موسی سے معافی طلب کرنے کے لیے دن رات تڑپتے ہیں۔ اور تب تک معافی مانگتے ہیں جب تک ماسٹر موسی معاف نہیں کر دیتا۔ عائلی زندگی کے حوالے سے چوہدری عبدالجبّار اور اُس کی بیوی رابعہ کے کردار نہایت اہم ہیں۔ اشفاق احمد کے دیگر کئی ڈراموں کی طرح یہاں بھی ہمیں مثالی میاں بیوی نظر آتے ہیں جو دل و جان سے ایک دوسرے پر فدا ہیں۔ چوہدری عبدالجبّار اپنی بیوی رابعہ سے بے حد محبت کرتا ہے۔ وہ ہر دُکھ سکھ میں اُس کا ساتھ دیتا ہے حتیٰ کہ اُس کے انجانے واہموں کو بھی توجہ سے سُنتا ہے۔ وہ اُن شوہروں میں سے ہے۔ جو اپنی بیوی کی دلجوئی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ چوہدری عبدالجبّار نہایت دھیمے مزاج کا حامل چوہدری ہے۔ اُس کی بیوی رابعہ جب مستقبل کے ان دیکھے دھندلکوں سے خوف کھاتی ہے تو وہ اُسے سمجھاتا ہے کہ بیٹے کی شادی کر کرے دونوں مدینہ چلے جائیں گے مدینے والے کی محبت میں موت کا خوف دل سے نکل جاتا ہے اور اگلے مرحلے آسان ہو جاتے ہیں۔ ڈائیلاگ ملاحظہ ہوں۔:

"رابعہ: لے لے لے۔۔۔۔۔۔ شیخیاں نہ مار چوہدری! آدمی کا کیا پتہ! کب سیدھی راہ چلتا چلتا کنی کاٹ جائے۔۔۔ آدمی کا کیا اعتبار اس دور ننگے کا؟

چوہدری: تجھے تیرے ان دیکھے وہموں نے لے ڈوبنا ہے رابعہ۔۔۔۔ سورج نکلا ہو تو تجھے بادل ڈراتا ہے۔۔۔۔شادی کا دن ہو تو موت یاد آجاتی ہے۔۔۔۔۔۔ گہنا پاتا بنوالاؤں تو غریب کی یاد آجاتی ہے۔۔۔۔۔۔نیک اولاد مل جائے تو باہر والوں کی بدی سے خوف آنے لگتا ہے، تیرا کیا بننا ہے رابعہ؟

رابعہ: میرا اب کیا بننا ہے چوہدری؟ قبر کی مٹی اور جنگلی پھول کانٹے دار بوٹے، بے موسمی اندھیریاں، میرا کیا بننا ہے؟

چوہدری: جب ہم دنوں گاؤں سے جا کر مدینے میں رہنے لگے ناں۔۔۔۔۔۔یثرب نگری کے چوہدری کے بردے ہو گئے تو ہمیں اگلے دنوں سے ڈر نہیں لگے گا۔ ہم کھٹکے دھڑکے کو یہیں چھوڑ جائیں گے شاہلا کوٹ میں"[17]

عبدالجبار اور رابعہ اپنے اکلوتے بیٹے چوہدری سرفراز سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔ رابعہ ایک مثالی مشرقی ماں ہے جو ہر وقت اپنی اولاد کے لئے فکر مند رہتی ہے۔ چوہدری سرفراز اپنے باپ کی طرح اچھی عادات واطوار کا مالک ہے۔ ماسٹر موسی شاہلا کوٹ گاؤں کے سکول کا اُستاد ہے۔ وہ نہایت نیک دل اور بھلا مانس انسان ہے۔ اُس کا بیٹا سلمان لاہور کی ایک بڑی یونیورسٹی کا طالب علم ہے اور گولڈ میڈلسٹ ہے سلمان کی والدہ یعنی ماسٹر موسی کی بیوی سلمان کے بچپن میں ہی انتقال کر گئی اس لئے ماسٹر موسیٰ اپنے بیٹے سلمان کے لئے ماں اور باپ دونوں کی محبت نچھاور کرتا ہے۔ سلمان ہاسٹل میں رہتا ہے۔ ماسٹر موسی اپنے بیٹے سلمان سے ملنے لاہور جاتا ہے۔ ماسٹر موسی کے ایک ایک جملے سے اپنے بیٹے کے لئے محبت نظر آتی ہے۔ سعد سلمان کو معدے کے السر کی شکایت تھی۔ ماسٹر موسی سلمان کو کچھ عرصے کے لیے اپنے ساتھ شاہلا کوٹ لے جاتا ہے۔

نازو ڈرامے کا ایک نہایت اہم کردار ہے۔ نازو ایک نوجوان خوابوں کی دنیا میں رہنے والی لڑکی ہے۔ جس کی نسبت بچپن میں ہی چوہدری سرفراز سے لے ہو چکی تھی دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں لیکن سلمان کے شاہلا کوٹ آنے سے کہانی میں ایک نہایت ڈرامائی موڑ آجاتا ہے۔ نازو کو سلمان سے محبت ہو جاتی ہے۔ ماسٹر موسی اِس سب سے انجان ہے۔ نازو کو معلوم ہے کہ وہ چوہدری سرفراز کی منگیتر ہے لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہے۔ مکالمے ملاخطہ ہوں:

"سلمان: سُنا ہے صرف نکاح ہو رہا ہے؟

نازو: شاداب بھائی کو چاچا جی نے لکھا ہے اگر وہ آ گئے تو شادی بھی ہو جائے گی۔

سلمان: نازو۔

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

نازو: جی۔۔۔۔۔۔۔؟
سلمان: چلیے چھوڑے۔
نازو: بتادیں نا۔
سلمان: اگر آپ خوش ہیں تو بس پھر ٹھیک ہے۔
نازو: جس طرح ایک دیہاتی بڑے شہر میں رہنے کے بعد گاؤں میں خوش نہیں رہ سکتا۔۔۔ویسے ہی سلمان صاحب۔۔۔لیکن چھوڑیے آپ نہیں سمجھیں گے ہم جاہلوں کی باتیں۔"۱۸

نازو اور سلمان دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار نہیں۔نہیں ڈرامے کا نہایت اہم حصہ ماسٹر موسیٰ اور سلمان کا آپس کا تعلق ہے ماسٹر موسی ایک نہایت شفیق باپ ہے۔مسلمان کی والدہ کی وفات کے بعد اُس نے ماں اور باپ بن کر بیٹے کی پرورش کی۔سلمان ہاسٹل میں مقیم تھا۔جہاں باہر کے کھانے کھا کھا کر اُسے معدے کے السر کی شکایت ہو جاتی ہے۔ماسٹر موسی اُسے شاہلا کوٹ لے آتا ہے۔ماسٹر موسی بہت محبت اور توجہ سے مسلمان کی تیمار داری کرتا ہے۔وہ ہر موقع پر مسلمان کی والدہ کو یاد کرتا ہے اور اُس کی تعریف کرتا نظر آتا ہے۔مسلمان ایک نہایت فرماں بردار اور ہونہار بیٹے کے روپ میں ہمارے سامنے آتا ہے اُس نے یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی جس سے ماسٹر موسیٰ کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔وہ اپنے باپ کے تمام دکھ درد بانٹنا چاہتا ہے اور ایک لائق بیٹے کی طرح اپنے باپ کے بڑھاپے کا سہارا بننا چاہتا تھا۔دونوں کے درمیان مکالمے ملاحظہ ہوں:

"سلمان: ابا اب آپ کو اپنا سارا بوجھ جسمانی، معاشی، جذباتی سارا۔۔۔مجھ پر ڈالنا چاہیے۔جب بیٹے کا جوتا باپ کے برابر ہو جائے تو پھر رولز بدل جاتے ہیں۔
ماسٹر: ویسے تو ہر شخص کے لئے اولاد اور مال فتنہ ہے سلمان لیکن کچھ والدین ساری محبتیں چھوڑ کر دل میں جھاڑو پھیر کر اللہ کے لئے جگہ خالی تو کرتے ہیں پر پھر اس میں اولاد کا بت اُتر کر بیٹھ جاتا ہے۔
سلمان: ابّا مایوسی کی باتیں نہ کیا کر۔۔۔۔۔۔
ماسٹر: پتہ ہے پھر کیا ہوتا ہے؟
سلمان: جی
ماسٹر: جس کے دل میں ماسوا اللہ ہوناں۔۔۔۔۔۔خاص کر اولاد کا بت، تو وہ آدمی دبو ہو جاتا ہے۔ہر وقت خوفزدہ رہتا ہے۔۔۔۔۔۔ڈرتا ہے ہر تبدیلی سے۔۔۔۔اسے ہر شکل میں۔۔۔۔۔۔اولاد نظر آتی ہے ہر واقعہ پر سانحہ اولاد کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے بڑا کتّا پیار ہے اولاد کا۔"۱۹

چوہدری سرفراز نازو سے محبت کرتا ہے نازو اُس کی منگیتر ہے۔وہ نازو کے ساتھ مستقبل کے سہانے خواب دیکھتا ہے، وہ چوہدری حکم داد کی طرح ٹھنڈی مٹی کا بنا انسان ہے نازو کی طرح وہ بھی شعر و شاعری میں دلچسپی رکھتا ہے۔اور اکثر دونوں مل کر بیت بازی کا مقابلہ کرتے ہیں۔دونوں کی زندگی میں ڈرامائی موڑ اُس وقت آتا ہے جب سلمان لاہور سے آتا ہے۔اور نازو سلمان کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔سلمان کی آمد سے قبل دونوں کے درمیان تعلق نہایت خوشگوار تھا دونوں ساتھ بیٹھ کر اپنی شادی اور مستقبل کے باتیں کرتے تھے۔نازو ٹریکٹر چلاتی اور سرفراز گھوڑے پر بیٹھ کر اُسے دیکھتا رہتا تھا۔ان دونوں کی شادی کی تاریخ طے ہو جاتی ہے اور چوہدری سرفار کے گھر شادی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ایک چالاک ملازم نازو اور سلمان کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لیتا ہے جس میں نازو سلمان سے آخری بار ملنے کی درخواست کرتی ہے مہندی والے دن جب نازو سلمان سے ملنے جاتی ہے تو وہ ملازم سب کچھ چوہدری سرفراز کو بتا دیتا ہے چوہدری سرفراز طیش میں آکر سلمان کو گولی مار دیتا ہے جس سے سلمان موقع پر ہی ہلاک

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ محبوب کے قتل ہو جانے کے بعد بھی نازو سرفراز سے شادی کر لیتی ہے۔ اُس کی دلہن بن کر اُس کے گھر چلی جاتی۔ نازو اور سرفراز کے درمیان روایتی میاں بیوی جیسی محبت نہیں ہو پاتی۔ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چڑاتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو بربادی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ شادی کے بعد دونوں کے درمیان ہونے والے مکالمے ملاحظہ ہوں:

"نازو: کیا میری محبت پر اعتبار نہیں آیا؟

سرفراز: آیا ہے------

نازو: تمہارا دل میری طرف سے صاف نہیں ہوا؟

سرفراز: صاف ہی صاف ہے نازو------- میں تمہارے ہاتھوں اتنا مجبور رہا ہوں کہ مجھے یہ سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملی کہ میرا دل صاف ہے کہ نہیں---- میرے سامنے تو گاؤں کی ساری مٹیاریں ہاتھ پر دل رکھ کر پھرتی تھیں----- یہ مت سمجھنا نازو کہ ایک تم ہی ایسی تھیں----- ہاں صرف تم ہی تھیں جو مجھے برباد کر سکتی تھی۔

(سر کو ہاتھوں میں پکڑتا ہے نازو محبت سے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتی ہے۔ سرفراز ذرا سا پرے ہو کر بیٹھ جاتا ہے)

نازو: ٹھیک کہتے ہو----- میں دنیا میں صرف توڑنے، برباد کرنے کے لیے آئی ہوں---- جس چیز کو چھولوں وہ جل جائے------ سرفراز سچ مجھے معلوم نہیں میں کیا ہوں---- مجھ میں میرے باپ کی روح سے کچھ ڈھونڈتی رہتی ہے آوارہ---- لمحے میں فیصلہ کرنے والی پھر پلٹ جانے والی (ہاتھ جوڑ کر) مجھے معاف کر دو سرفراز---------

سرفراز: معاف تو تم مجھے کرو---- جس نے تمہاری ساری خوشی برباد کر دی---- تم سے وہ سب کچھ چھین لیا جس کی تمہاری روح کو تلاش تھی۔"۲۰

یہاں نازو ایک مشرقی بیوی کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ شادی سے قبل جس شخص سے محبت کرتی تھی۔ چوہدری سرفراز نے اُسے قتل کر دیا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے شوہر یعنی چوہدری سرفراز کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے اور وہ اُس سے معافی کی خواہشگار بھی ہے۔ چوہدری سرفراز اپنی غلطی پر بے حد پشیمان ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دے اور سلمان کے قتل کا اعتراف کرے لیکن اُس کا باپ عبدالجبار اُسے اِس فیصلے سے منع کرتا ہے۔ عبدالجبّار کی بیوی رابعہ بھی ایک مثالی بیوی ہے اُسے اپنے شوہر اور اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت ہے وہ روزانہ ماسٹر موسی کے گھر جاتی ہے اس سے معافی طلب کرتی ہے اُس کے آگے ہاتھ جوڑتی ہے گڑگڑاتی ہے کہ اُس کے بیٹے سرفراز کو معاف کر دیا جائے۔ وہ ایک ایسی بیوی ہے جو اپنے شوہر کی خاطر روزانہ روتی ہوئی ماسٹر موسی کے دروازے پر پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ماسٹر موسی سرفراز کو معاف کرنے سے ہر بار انکار کر دیتا ہے۔ رابعہ بار بار جاتی ہے کیونکہ وہ چاہتی ہے کہ ماسٹر موسی سرفراز کو معاف کر دے۔ دونوں کے درمیان مکالمے ملاحظہ ہوں:

"موسی: آپ میری طرف سے بے فکر رہیں---- پرچہ نہیں کٹاؤں گا۔ ذکر نہیں کروں گا اشارہ نہیں دوں گا لیکن

رابعہ: جی ماسٹر جی پر------

موسی: پر ایک تھانہ اور بھی ہے۔

رابعہ: وہ تو ہے-------

موسی: وہاں میں نے عرضی ڈال دی ہے۔

رابعہ: آپ کا دل بڑا سخت ہے ماسٹر جی ہاتھ باندھ کر----- میں اتنے دنوں سے روز آرہی ہوں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

موسیٰ: میں نے بڑے سال آپ کا نمک کھایا ہے بی بی جی۔۔۔میں نے اس کی لاج نبھائی ہے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا۔۔۔۔۔۔ورنہ میرا واویلا تو شاہلا کوٹ کو بہا کر لے جاتا۔

رابعہ: چوہدری جبار نے بتایا کہ ماسٹر موسیٰ تو نے بڑی سرکار میں دعویٰ کر دیا ہے۔

موسیٰ: دعوے تو مجھ جیسا مجبور کیا کرے گا بی بی۔ میں نے وہاں شکایت کر دی ہے۔۔۔۔۔میرے کونسے چار بیٹے تھے؟ کہ ایک کا غم دوسرا بھلا دیتا۔

رابعہ: میرے پاس بھی دو سر فراز نہیں ہیں ماسٹر جی۔"۲۱

ماسٹر موسی کسی کو بھی معافی دینے کو تیار نہیں۔ دوسری طرف نازو اور سر فراز ایک دوسرے کی محبت کو قبول کر لیتے ہیں۔ دونوں کے درمیان نفرت محبت میں بدل گئی۔ نازو سر فراز کے لئے حضرت کتافی سے پانی دم کروا کے لاتی ہے جس سے میاں بیوی میں محبت بڑھتی ہے۔ نازو ماسٹر موسی کے گھر جاتی ہے اور معافی مانگتی ہے وہ اپنے شور کی خاطر ماسٹر موسی کے گھر جاتی ہے۔ ماسٹر موسی اُس کی بہت تعظیم کرتا ہے۔ لیکن اُس کے شوہر کو معافی دینے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ چوہدری عبدالجبار نیم پاگل ہو کر گلیوں میں پھرتا ہے۔ ہر وقت ہاتھ جوڑ کر ماسٹر موسی کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے۔ لیکن معافی نہیں ملتی۔ پھر چوہدری جبار ایک ایسا حل سوچتا ہے جس سے ماسٹر موسی سے معافی مل جاتی ہے وہ گاؤں کی تمام ننھی بیٹیوں کے ہاتھ میں قرآن پاک کے سپارے پکڑاتا ہے اور سب کو ماسٹر موسی کے گھر لے جاتا ہے۔ ہمارے عائلی نظام میں بیٹیوں کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چوہدری عبدالجبار تمام بچیوں کو وکیل بنا کر ماستر موسی کے دروازے پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ وہاں ماسٹر موسی کے دردناک مکالمے ملاحظہ ہوں:

"ماسٹر: (اونچی رندھی ہوئی آواز میں) یہ کیا کیا تو نے ظالم میرے ساتھ۔۔۔۔۔یہ کیا کیا۔۔۔۔۔میرے دروازے پر دھیوں کا دھڑا لے کر آ گیا۔ معصوم بھیڑوں کا گلہ۔ پاک دامن بیٹیوں کی بھیڑ۔ میں نے تیرے ہاتھ کونسی برائی کی تھی چوہدری عبدالجبار جو تو دھیوں کا جھنڈ لے کر میرے دروازے پر آ گیا۔

(دکھ سے سر ہلاتا ہے اور ایک دم تڑپ کر کہتا ہے)

اوئے میں مارا گیا گاؤں کے لوگو! میں تباہ ہو گیا میں تم سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں۔ میری مدد کرو میرے ساتھ کھڑے ہو کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ میں تمہاری مدد کا منتظر ہوں۔ (جھکا ہوا سر اُٹھا) جاؤ دھیو جاؤ بیٹیو جاؤ جی بیٹیو میں نے تمہاری بات مان لی تمہارے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ تمہارے فرمان پر چوہدری جبار کو معاف کیا۔ اس کی آل اولاد جد پشت کو معاف کیا۔"۲۲

شاہلا کوٹ اعترافِ گناہ کی کہانی ہے لیکن عائلی زندگی کے حوالے سے بھی اشفاق احمد نے اِس میں بہت سے نکات کو بیان کیا ہے نازو کی اپنے قاتل شوہر سے محبت اس بات کا ثبوت ہے کہ مشرقی بیویاں ہر حال میں اپنے شوہر کی محبت کا دم بھرتی ہیں۔ چوہدری عبدالجبار کی بیوی رابعہ بھی ایک ایسی مثالی بیوی ہے جو دل و جان سے اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہے اُسے اپنا دین ایمان سمجھتی ہے۔ ماسٹر موسی کے روپ میں ہم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جس نے بیوی کی وفات کے بعد اپنے بیٹے کو ماں کا بھی پیار دیا۔

من چلے کا سودا اشفاق احمد کی فنی زندگی کا ایک اہم سنگ میل ہے یہ ڈرامہ بیک وقت دو مثبت اور منفی تاروں سے بندھا ہے جن میں سے ایک کا سرچشمہ تصوف اور عرفان ہے اور دوسرے کا منبع سائنس خاص طور پر فزکس ہے، اور فزکس میں بھی بالخصوص کوانٹم تھیوری ہے۔ "من چلے کا سودا" کا مرکزی کردار ارشاد ہے جو تصوف اور سائنس کے درمیان الجھ کر زندگی کے مقاصد کو کھوجنے میں سرگرداں ہے۔ تصوف اور فزکس کے

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030

ISSN Print : 2709-4022

موضوعات کے متعلق لکھتے ہوئے بھی اشفاق احمد عائلی زندگی کے پیچیدہ نکات کو عیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ اِس ڈرامے کا مرکزی کردار ارشاد ہے جس کی بیوی مارتھا ایک انگریز خاتون تھی۔ اُن دونوں کے دو بیٹے ابراہیم اور اسحاق ہیں جو اپنی انگریز ماں کے ساتھ انگلینڈ میں رہتے ہیں۔ ارشاد اور مارتھا کے درمیان طلاق ہو چکی ہے۔ مشرق میں طلاق کے بعد میاں بیوی کا بات کرنا نہایت مکروہ فعل اور گناہ سمجھا جاتا ہے جب کہ یورپ میں صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے ارشاد اپنی بیوی مارتھا سے نہایت احترام اور نرمی سے فون پر بات کرتا ہے۔ مارتھا مغربی معاشرے کی نمائندہ ہے وہ ارشاد سے ملنا چاہتی ہے اور پاکستان آکر اس کے ساتھ رہنے کی متمنی ہے۔ مغربی معاشرے میں طلاق کے بعد بھی میاں بیوی "Understading" کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں لیکن ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہے۔ ارشاد مشرقی روایات کو نظر انداز نہیں کرتا وہ نہایت بالغ سوچ کا مالک ہونے کے باوجود بھی مارتھا کے پاکستان آکر اسے ملنے کی تجویز کو رد کر دیتا ہے اشفاق احمد اس حقیقت کو اپنے قارئین پر فاش کرتے ہیں، کہ اُن کے نمائندہ کردار ارشاد مغربی عورت سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے باوجود مشرقی روایات کا پوری طرح امین ہے وہ مارتھا کو بغیر کسی لچک کے سیدھا اور صاف جواب دیتا ہے کہ اس کے ملک میں طلاق کے بعد اکٹھے رہنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ فون بند کرنے کے بعد ارشاد جو بات چیت اپنی ماں کے ساتھ کرتا ہے وہ ارشاد کی شخصیت کے ایک انوکھے پہلو کو ہمارے سامنے لاتی ہے۔

"ماں: کیا ہوا؟ کیا کہتی ہے مارتھا؟

ارشاد: پاکستان آنا چاہتی ہے.... اور میرے پاس رہنا چاہتی ہے کچھ دیر کے لیے۔

ماں: کیا کہا؟

ارشاد: ان کے ملک میں یہ عام بات ہے ماں.... لوگ شادی کے بغیر ساتھ رہتے ہیں وہاں۔

ماں: اسی لیے تو تیرا دماغ پھر گیا ہے۔

ارشاد: ناں ماں.... دوسروں کی مہربانیوں کا یہ جواب نہیں ہونا چاہیے شاید اس کی نامہربانی نے آنکھوں سے پٹی اتار دی!"۲۳

طلاق ہو جانے کے باوجود ارشاد کا رویہ مارتھا سے نفرت آمیز نہیں ہے وہ مارتھا سے ملنے اور اس کے پاکستان آنے کے حق میں نہیں ہے لیکن وہ تصوف کے میدان میں جتنی منازل طے کرتا چلا جا رہا ہے اسے وہ مارتھا کی نامہربانی کا صلہ قرار دیتا ہے اس کا یہ کہنا "شاید اس کی نامہربانی نے آنکھوں سے پٹی اتار دی" میں وہ اپنی ذہنی بالیدگی اور تصوف و عرفان کی منازل طے کرنے کا سبب مارتھا کو قرار دیتا ہے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ عشق مجازی سے ملنے والے رنج و کرب انسان کو عشقِ حقیقی کا مسافر بنا دیتے ہیں ارشاد کے ساتھ بھی کچھ یوں ہی ہوا۔ وہ مارتھا سے اس قدر محبت کرتا تھا کہ اس کی بے رخی سے ارشاد کے قلب و روح کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور اب عافیت صرف اور صرف عشق حقیقی کی راہ کا مسافر بننے میں ہی تھی ایک جگہ اشفاق احمد لکھتے ہیں:

"ارشاد: میں مارتھا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اتنا جھنجھوڑا۔ اس قدر چکر پھیریاں دیں۔ میں شکر گزار ہوں اس کا ورنہ میرا قلب نہ کھلتا۔"۲۴

اس ڈرامے کا دوسرا اہم کردار مومنہ ہے۔ سلمٰی کا شوہر عدیل اسے چھوڑ کر دوبئ جا چکا ہے وہ وہاں کسی اور عورت کی محبت میں گرفتار ہو کر گیا ہے جس کا مومنہ کو از حد رنج و ملال ہے۔ اس کی مالی حالت ابتر ہے۔ وہ نوکری کی تلاش میں ارشاد کے دفتر آتی ہے جہاں اُسے سٹور پر ملازمت مل جاتی ہے۔ مومنہ کے کردار میں اشفاق احمد نے انھیں پاکستان میں عائلی زندگی کا ایک ایسا روپ دکھایا ہے جو نہایت بھیانک ہے۔ عدیل جو مومنہ کا شوہر ہے ایک بچے اور مومنہ کو چھوڑ کر جا چکا ہے۔ اس جدائی سے مومنہ نیم پاگل پن کی کیفیت سے دوچار ہے۔ عورت ہونے کے حوالے سے وہ ہر وقت اس

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

سوچ میں گم رہتی ہے کہ شاید وہ زیادہ خوبصورت نہیں جس کی وجہ سے اس کا شوہر کسی اور عورت کے ساتھ دبئی چلا گیا۔اِس سوچ نے اُسے بے حد پریشان کر رکھا ہے ایک جگہ وہ کہتی ہے:

"وہ سر پہلے تو میں بالکل نارمل تھی....نارمل باتیں کرتی تھی لیکن جب سے عدیل چلا گیا میری زبان ہی نہیں رکتی....وہ دوبئی میں کیا کرے گا بھلا!زیادہ سے زیادہ ریاض چلا جائے گا۔۲۵

شوہر سے جدائی کے بعد وہ شدید نفسیاتی دباؤ کا شکار ہے۔ اشفاق احمد نے نہایت کامیابی کے ساتھ مومنہ کی ذہنی حالت کی عکاسی کی ہے۔ نفسیاتی دباؤ کے علاوہ مومنہ اس کشمکش کا بھی شکار ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کو یہ نہیں بتانا چاہتی کہ وہ شوہر کے بغیر زندگی گزار رہی ہے اس صورت میں اُسے کئی چبھتی ہوئی نظروں اور تکلیف دہ سوالوں کے جوابات دینے ہوں گے وہ ارشاد سے درخواست کرتی ہے کہ وہ کسی کو اس کے شوہر کے متعلق نہ بتائے۔

"مومنہ: وہ جی دفتر میں کسی کو علم نہیں کہ عدیل مجھے چھوڑ کر جا چکا ہے میں نے سب کو بتایا ہے کہ وہ اور میں اکٹھے رہتے ہیں۔
ارشاد: لیکن کیوں؟ آپ لوگوں سے سچ کیوں نہیں بول سکتیں؟
مومنہ: وہ جی بڑی مشکل سے سر!بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اگر شوہر موجود نہ ہو....لوگ خواہ مخواہ باتیں بناتے ہیں آپ کسی سے ذکر نہ کرنا پلیز۔"۲۶

مومنہ ہر وقت الجھی اور کنفیوژ سی ہے۔ اشفاق احمد نے مومنہ کی صورت میں عائلی زندگی کے نہایت اہم مسئلے پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داری اکیلی نبھا رہی ہے۔ جب کہ اُس کی ماں کا سلوک بھی اس کے ساتھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔ مومنہ ڈرامے کے آخر تک ارشاد کا ساتھ نبھاتی ہے۔

تیسرا اہم سنوائی کردار نائلہ ہے جس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے ہے وہ ایک بڑے خاندان کی کفیل ہے اس کی فیکٹری میں باسط نام کا ایک شادی شدہ نوجوان کام کرتا ہے جو نائلہ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے لیکن شادی کرنے کے سوال پر نائلہ کو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے پاتا۔ باسط ہمارے معاشرے کے ان لاکھوں مردوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی بیوی اور بچے گھر میں ہونے کے باوجود بیرون خانہ عشق کے چکر چلاتے ہیں اور شادی کے جھوٹے خواب دیکھا کر معصوم لڑکیوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ اسلام میں عقدِ ثانی کی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن نائلہ کے سوال پر اسے وہ کچھ یوں جواب دیتا ہے:

"نائلہ: سوچا کیا ہے آپ نے؟
باسط: میں نے؟ میں نے کیا سوچنا ہے۔
نائلہ: کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے آپ میری؟
باسط: نائلہ ذمہ داری تو میں تم دونوں کی محسوس کرتا ہوں لیکن۔
نائلہ: باسط میں کتنی دیر لٹکی رہوں محض اس اُمید پر کہ کسی دن کوئی معجزہ ہو گا اور معاملات خود بخود سدھر جائیں گے۔
باسط: مجھے کچھ مہلت دو۔"۲۷

باسط شادی شدہ ہے اُس پر اُس کی بیوی اور تمام گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اس کے باوجود وہ نائلہ کو شادی کی آس اُمید لگائے رکھتا ہے۔ ایک شادی شدہ آدمی کا کسی عورت سے عشق کرنا ایک پیچیدہ عمل ہے کیونکہ اس کے نتائج عموماً مثبت نہیں نکلتے اشفاق احمد اس صورتحال کے پیدا ہونے کی

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

وجہ بے پردگی کو قرار دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ جب میں ملاقات کے مواقع اِس قدر زیادہ ہوں گے تو ایسی صورتحال پیدا ہونا یقینی بات ہے ایک جگہ نائلہ باسط سے کچھ یوں مخاطب ہوتی ہے:

"نائلہ: کاش میں آپ سے نہ ملی ہوتی! آپ فیکٹری نہ آتے.... مجھے اپنی کار میں لفٹ نہ دیتے۔

باسط: کاش ہمارے ملک میں پردہ رہتا! عورتیں مردوں سے اتنا نہ ملتیں.... مواقع نہ ہوتے.... آگ نہ بھڑکتی.... پیاس نہ لگتی.... سکون رہتا.... گھر نہ ٹوٹتے۔

نائلہ: انسان کو اپنے اوپر کنٹرول ہونا چاہیے جب آپ کو معلوم تھا کہ آپ شادی شدہ ہیں آپ کا گھر ٹوٹ جائے گا تو.... تو.... آپ میں سیلف کنٹرول ضرور ہونا چاہیے تھا کہ آپ مجھے Ingore کرتے۔ میرے قریب تک نہ آتے۔

باسط: جب میل ملاقات کی اتنی آزادی ہو۔ دوپہر کو اکٹھے کھانا ہو روز.... پھر آدمی کو کبھی کبھی بھول بھی جاتا ہے کہ وہ شادی شدہ ہے۔"۲۸

باسط سب کچھ جانتے ہوئے انجان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ نائلہ کا تعلق نہایت غریب گھرانے سے ہے اس کی ماں نے ایک رشتے کروانے والی خاتون کے کہنے پر اس کے لیے رشتہ ڈھونڈا جو شخص دو بچوں کا باپ ہے۔ نائلہ اس رشتے کے آنے پر شدید ذہنی دباؤ اور گھٹن کا شکار ہے وہ چاہتی ہے کہ وہ اس تکلیف دہ صورتحال سے نکل آئے لیکن کوشش کے باوجود وہ ایسا نہیں کرپاتی۔ وہ اپنی سہیلی سلمیٰ سے مدد مانگتی ہے کہ وہ باسط کے متعلق اس کی مدد کرے۔ نائلہ باسط کے معاملے میں انتہائی بے بس نظر آتی ہے جس کا اندازہ اشفاق احمد کے تحریر کردہ اِن مکالموں سے بخوبی ہو جاتا ہے:

"نائلہ: لیکن میں اس کی بیوی کو کیسے طلاق دلا دوں.... تین بچے ہیں اس کے۔

سلمیٰ: پھر چھوڑ باسط کا خیال.... دفع کر۔

نائلہ: کیسے چھوڑ دوں سلمیٰ؟

سلمیٰ: جیسے ساری دنیا چھوڑتی ہے جیسے سب کرتے ہیں!

نائلہ: مجھے کوئی حل بتا سلمیٰ.... صاف صاف، سیدھا سیدھا!

سلمیٰ: (دانت پیس کر) تو چھوڑ دے باسط کو! وہ مکار اپنی بیوی کا ہے۔

نائلہ: نہیں نہیں میں کئی بار لڑائی کر چکی ہوں نہیں چھوٹتا وہ مجھ سے۔"۲۹

نائلہ دباؤ اور ذہنی گھٹن سے تنگ آکر کر خودکشی کر لیتی ہے۔ باسط کو چھوڑنے کی کوششوں کا انجام موت پر ہوتا ہے۔ باسط اپنی بیوی کا شوہر رہتا ہے اور نائلہ منوں مٹی اوڑھ کر زمین کے نیچے سو جاتی ہے۔ اسلام کے عائلی قوانین مرد کو اپنی بیوی تک محدود رہنے کا درس دیتے ہیں۔ جہاں اِن قوانین کی پاسداری نہیں ہوگی وہاں ایسی ہی صورتحال سامنے آئے گی۔ جیسی نائلہ اور باسط کے معاملے میں پیش آئی۔ کسی ایسے مرد کے ساتھ محبت کرنا جو کسی اور عورت کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہے، نائلہ کو مہنگا پڑا۔

اشفاق احمد نے اِس ڈرامے میں ہمارے معاشرے میں نائلہ جیسی غریب اور بے بس لڑکیوں کی حالت زار کو پیش کیا ہے جو شادی میں تاخیر ہونے سے ڈپریشن کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ایسے میں باسط جیسے مرد ان کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس ڈرامے کا ایک اور اہم کردار سلمیٰ ہے جو ایک پڑھی لکھی اور با اعتماد خاتون ہے وہ زندگی کے متعلق کنفیوژ نہیں ہے وہ اعتماد سے لبریز ہے عامر نامی ایک شخص اس کی محبت میں گرفتار ہے وہ عامر کو

Vol 4 No.3 2020

حرفِ سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اپنے اشاروں پر نچاتی ہے اور اپنی ہر بات منوانے کی عادی ہے ڈرامے کے آخر میں سلمٰی کی عامر سے شادی ہو جاتی ہے۔ لیکن شادی سے پہلے وہ عامر کو اچھی طرح پرکھتی ہے ڈائیلاگ ملاحظہ ہوں:

"عامر: پلیز سلمٰی وہ سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میری ماں کا دل ٹوٹ جائے گا۔

سلمٰی: دیکھ عامر! میں کام کرتی ہوں اپنا کماتی ہوں اپنی مرضی کی مالک ہوں میں کسی کی غلام نہیں۔

عامر: ٹھیک ہے لیکن پچھلے ہفتے تم نے کہا تھا کہ تم چلو گی، ماں سے ملو گی۔

سلمٰی: ضرور کہا تھا، لیکن اب میں نہیں جاسکتی، میرا جی نہیں چاہتا۔

عامر: لیکن سلمٰی تمہیں تو مجھ سے محبت ہے۔

سلمٰی: محبت ضرور ہے عامر.... لیکن میں تمہاری غلام نہیں ہوں.... تمہاری مرضی کے تابع نہیں ہوں میں بھی ایک انڈی ویجوئل ہوں میری بھی اپنی رائے ہے مرضی ہے خدا حافظ! کل صبح فیکٹری میں ملیں گے۔ بائے........"۳۰

شبانہ ارشاد کی خالہ زاد بہن ہے جو اس ڈرامے میں بہت تھوڑے سے وقت کے لیے نظر آتی ہے۔ ارشاد کو جوانی میں شبانہ سے محبت ہو جاتی ہے لیکن وہ اظہار نہیں کر پاتا۔ شبانہ کی شادی کسی اور آدمی سے ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی ارشاد شبانہ سے اسی طرح محبت کرتا ہے۔ شبانہ یہ سمجھتی ہے کہ محبت اور شادی دو الگ چیزیں ہیں جب کہ ارشاد یہ سمجھتا ہے کہ جس سے محبت ہو اس سے شادی کرنا ہی محبت کا نقطہء عروج ہوتا ہے۔

اشفاق احمد نے "من چلے کا سودا" میں تصوف کے مسائل کو مرکزی حیثیت میں پیش کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ عائلی زندگی کے کئی اہم مسائل کا احاطہ بھی کیا ہے، جن میں یورپ میں عائلی نظام، دوسری شادی، طلاق اور دیگر اہم مسائل شامل ہیں۔ تصوف کے مسائل پر اشفاق احمد کی نہایت گہری دسترس ہے۔ ان کے ڈرامے کا مرکزی کردار "ارشاد" تصوف کے دریا میں ایسے ڈوب جاتا ہے کہ اسے اپنے اردگرد کی ہر چیز بے وقت اور کم حیثیت لگنے لگتی ہے وہ گرہست کی قید سے آزاد ہو کر محض اپنے تخلیق کرنے والے پر دھیان مرکوز کرنا چاہتا ہے۔ وہ در در کی خاک چھانتا ہے، مارا مارا پھرتا ہے، بابوں کے ڈیروں پر جاتا ہے وہ اپنے پیدا کیے جانے کے مقصد اور اپنے پیدا کرنے والے کی جستجو میں گم ہے۔ اس ڈرامے میں ارشاد اپنی ماں کے بار بار شادی کرنے پر اصرار پر اُسے کہتا ہے کہ شادی زندگی کا ایک اہم حصہ ضرور ہے مگر زندگی میں صرف شادی یہی سب کچھ نہیں ہے وہ ایک مرتبہ شادی کے تجربے سے گزر چکا ہے۔ وہ دو بچوں کا باپ ہے دوبارہ شادی کرنے کو وہ محض ایک حماقت سمجھتا ہے۔ ماں اور بیٹے کے درمیان مکالمے بہت دلچسپ ہیں۔ اشفاق احمد محبت کے وسیع تر مفہوم کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک محبت اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی پر قربان کر دینے کا نام ہے۔ ارشاد خدا کی کھوج میں نکلنے والا فقیر ہے جو اخیر میں خالق حقیقی سے جاملتا ہے۔ اس کی موت سے اس کی کھوج اور جستجو کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ اس کا بیٹا ابراہیم اپنے باپ کی وراثت کو آگے بڑھاتا ہے۔

شہر آرزو اشفاق احمد کی ایک طویل ڈرامہ سیریل ہیں اس ڈرامے کی تکنیک دیگر ڈراموں سے مختلف ہے۔ اِس ڈرامے کی تمام اقساط میں کہانیاں مختلف ہیں۔ لیکن انھیں ایک مرکزی کردار بختاور کے ذریعے آپس میں مربوط کیا گیا ہے۔ بختاور مختلف گھروں میں نوکرانی کی حیثیت سے ہو جاتی ہے۔ ہر گھر کی اپنی الگ کہانی ہے انہی کہانیوں میں مختلف جگہوں پر عائلی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ بختاور ایک گھر میں ملازمت کرنے لگتی ہے جہاں ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے رشتہ کروانے والی کو بلاتی ہے ہمارے ہاں اکثر خواتین بیٹوں کے رشتوں کے معاملے میں غیر حقیقت پسندانہ رویہ رکھتی ہیں۔ اپنا بیٹا جیسا بھی بہو کوہ قاف کی پری ہی چاہیے ہوتی ہے دونوں خواتین کے درمیان مکالمہ کچھ یوں ہوتا ہے:

"زلیخا: بیٹی کیسی ہے۔

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

نائین: یہ دیکھیں۔ ایسی بے زبان ایسی بے زبان، آنکھ میں ڈالو تو پتہ نہ چلے کہ ہے بھی کہ نہیں۔

زلیخا: رنگ کیسا ہے؟

نائین: دُھلی ہوئی خوبانی ہے بی بی پانی پیتی ہے تو حلق سے نظر آتا ہے۔

زلیخا: یہ اس نے آنکھیں کیوں جھکا رکھیں ہیں چنچل ہاری نے؟

نائین: بچپن میں چھوٹے بھائی نے کروشیا مار دیا تھا آنکھ میں ذرا سا نشان ہے اوپر دیکھتی ہے تو چمک پڑتی ہے ویسے بھی شرم والی نظر نیچی ہی رکھے گی۔

زلیخا: ناں بہن میرے اکرم کے لئے تو ساری گلی کی لڑکیاں آہیں بھرتی ہیں۔ میں تو اس کے لئے کوہ قاف کی پری لاؤں گی۔"۳۱

بختاور ایک تنور پر روٹیاں لگانے لگی ہے جہاں ایک رکشہ ڈرائیور کریم اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کریم پہلے سے شادی شدہ ہے اور تین بچوں کا باپ ہے اُس ی بیوی عائشہ دمے کی مریض ہے کریم چاہتا ہے کہ بختاور سے نکاح کر کے عائشہ کو طلاق دے دے۔ بختاور بھی مان جاتی ہے کریم اُسے ہمیشہ خوش رکھنے کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ اپنی بیوی عائشہ کو اُس کے میکے چھوڑ آتا ہے۔ بختاور کی تنور پر ایک ایسے بچے سے ملاقات ہوتی ہے جو چھوٹی سے عمر میں محنت مزدوری کر رہا ہوتا ہے۔ بختاور اُسے کہتی ہے کہ اللہ سے دُعا مانگو تو وہ بچہ دُعا کرتا ہے کہ اس کی چھوٹی امی ان کے گھر سے ہمیشہ کے لئے چلی جائے بختاور حق چھین رہی ہے لہٰذا وہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ وہ کریم سے شادی نہیں کرے گی کریم کو اُس کے اِس فیصلے سے بہت دھچکا لگتا ہے۔ لیکن بختاور اسے سمجھاتی ہے کہ بچوں کی بہترین پرورش اُن کی ماں کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ بختاور اور کریم کے درمیان گفتگو کچھ یوں ہوتی ہے:

"بختاور: میں تیرے ساتھ نہیں جا سکتی۔

کریم: یہ تو کیا کہہ رہی ہے بختاور؟

بختاور: تو چاہے مجھے جھوٹی سمجھ لے، چاہے مکرو فریب میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی۔

کریم: لیکن ابھی تو تو نے۔۔۔۔۔۔تو نے آپ مجھے بھیجا تھا بختاور۔۔۔۔۔۔۔تو نے خود مجھے۔۔۔۔۔۔۔میں تو۔۔۔

بختاور: (ہاتھ جوڑ کر) مجھے معاف کر دینا کریم بڑا گناہ کیا ہے میں نے۔

کریم: میں عاشاں کو چھوڑ آیا ہوں اس کے گھر۔

بختاور: لو اُسے جا کر واپس لے آ کریم۔۔۔۔وہ پلنگ پر لیٹی رہے۔۔۔۔۔ تجھ سے جھگڑتی رہے لیکن وہ پپو اور راجی کا ہاتھ اِس طرح چومے گی جیسے اور کوئی نہیں چوم سکتا۔ میں تجھے بدلنے نہیں دوں گی۔۔۔۔ان کی امی کو بدلنے نہ دوں گی۔ جب تک اللہ پپو اور رابی کی ماں نہ چھین لے تو کون ہوتا ہے انھیں بے گھر کرنے والا۔"۳۲

شہر آرزو میں ایک جگہ ایسے خاندان کا ذکر ہے جنھوں نے اپنی بیٹی سعیدہ کی منگنی تین سال سے ایک لڑکے افتخار سے کر رکھی تھی لیکن زیادہ بہتر رشتہ ملنے پر وہ لوگ منگنی توڑ کر سعیدہ کی شادی کہیں اور کر دینا چاہتے تھے۔ سعیدہ تین سال میں افتخار کے ساتھ خط و کتابت کرتی رہی اور دونوں کے درمیان تعلق بہت مضبوط ہو گیا اب وہ منگنی توڑنے کو تیار نہیں ہوتی۔ اُس کے سب گھر والے اُسے رشتہ توڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں شادی کے معاملے میں پسند اور ناپسند کا اختیار لڑکے اور لڑکی کو نہیں دیا جاتا ماں باپ جہاں چاہتے ہیں شادی کر دیتے ہیں۔ جس سے بعد میں بہت سی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ سعیدہ کے ساتھ منگنی توڑنے کے موضوع پر اُس کے گھر والوں کی گفتگو کچھ یوں ہے:

"ابّا: بولو سعیدہ کیا۔۔۔۔ تمہاری منگنی توڑ دیں ہم؟ ہمیں افتخار سے بہتر لڑکا مل گیا ہے۔ بہتر نوکری، دولت عزت، غیر ملکی سفیر کے چانس

Vol 4 No.3 2020
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

تایا: غضب خدا کا، عشق کے بھوت کو یوں اتار رہے ہیں آپ؟
اِس دو بالشت بھر کی لونڈیا نے نوکرانی کے ہاتھ کیلا بھیجا کہ یہ کسی اور سےؚ شادی نہیں کر سکتی کیوں؟ کیوں کیوں؟

امیّ: ٹھہریئے بھائی جان، آرام سے، صبر سے کام لیں آپ۔

چاند: محبت کا بھوت چڑھتا ہی اِسی طرح سے اپنے پرائے لگنے لگتے ہیں سعیدہ۔

بڑی: تم مت بولو چاند تم کو تو طلاق بھی ہو گئی تب بھی تمہارا عشق نہ گیا ساری بے عزّتی کا سب تم نے ہی سکھایا اِس ماہ پارہ کو۔

ابّا: بولو بیٹی۔۔۔جواب دو، تم افتخار سے کیوں شادی کرنا چاہتی ہوں وہ ساری عمر تمہیں کوئی آرام نہیں دے سکتا۔

چاند: آنکھیں بند کرے اور کہہ گذر سعیدہ۔۔۔۔۔۔بول

بڑی اماں: نکلے تو سہی اس کے منہ سے انکار۔میں نے اس کی جیبھ نہ کھینچ لی گدی سے۔ ہمیں اپنی حیثیت کا داماد چاہیے۔

اچھے: سچ بولنا سعیدہ یہ لمحہ پھر واپس نہیں آئے گا۔

تایا: یہ ایسے نہیں بولے گی، لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔
(تھپڑ مارتا ہے، ساتھ ہی بھائی جان کمر میں دھموکا دیتا ہے)
بڑی اماں زور سے دو چار دو تھپڑ مارتی ہے۔ سعیدہ ٹھوکر کھا کر گلدان کے پاس گرتی ہے۔"۳۳

سعیدہ کو منگنی توڑنے کے لئے اس قدر اذیت دی جاتی ہے کہ وہ ذہنی دباؤ سے تنگ آکر خودکشی کر لیتی ہے۔

ڈرامے میں بختاور کے تنور پر ایک شادی شدہ جوڑا آتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ساس کے ظلم و ستم پر بات ہو رہی ہوتی ہے۔ ساس سسر اور دیگر سسرالیوں کی میاں بیوی کی زندگی میں بے جا مداخلت سے آئے دن گھر برباد ہوتے ہیں۔ ڈرامے کے اِس حصے میں جو قسط نمبر 12 میں سے بیوی شوہر سے ساس کے حوالے سے شکایت کرتی نظر آتی ہے کہ ان کی وجہ سے گھر کا سارا سکون خراب ہو گیا ہے وہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر الگ مکان لے لے مگر شوہر کا یہ مؤقف ہے کہ وہ بیوہ ماں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ دونوں کے درمیان گرما گرم بحث ہوتی ہے جس کے بعد شوہر بیوی کو منا لیتا ہے۔ دونوں کے درمیان مکالمہ کچھ یوں ہوتا ہے۔:

"مرد: تم اچھی طرح جانتی ہو شائستہ کہ فی الحال علیحدہ مکان Afford نہیں کر سکتا دو کرائے ایک تنخواہ میں سے ادا نہیں کیے جا سکتے۔

عورت: ہم کوئی چھوٹا مکان کم کرائے کا۔۔۔۔۔۔۔۔

مرد: This is out of question.

عورت: پھر کم از کم ہم اپنا باورچی خانہ ہی الگ کر لیں۔ کچھ تو مجھے احساس ہو کہ۔۔۔۔۔۔ میں بھی ہوں کچھ گھر میں۔

مرد: اماں جی کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہیں شائستہ۔

عورت: (دکھ سے) کوئی خوشی کوئی آزادی ان کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔ فلم دیکھنے جاؤ تو جھوٹ بولو کہ ڈاکٹر کو دانت دکھانے جا رہے ہیں بازار جاؤں تو کہہ کر جاؤں کہ ہسپتال میں فلاں آدمی بیمار ہے۔ بچوں کے ساتھ باہر نکلو تو ظلم شوہر کے ساتھ باہر تو چوری۔ تو یہ شادی نہ ہوئی چوری چکاری کا عشق ہو گیا۔

مرد: بس تم مجھ سے لڑ جھگڑ لیا کرو۔ اماں کو اگلے وقتوں کے لوگ سمجھ کر معاف کر دیا کرو۔ اگر اماں کی پابندی نہ رہی ہم پر شائستہ تو یہ سارا رومانس ختم ہو جائے گا۔"۳۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ڈرامے کی مرکزی کردار بختاور کا شوہر کسی گٹاری نام کی عورت کی وجہ سے بختاور سے الگ ہو گیا بختاور شوہر سے علیحدگی کے بعد لوگس کے گھروں میں کام کرنے لگی کبھی تنور پر روٹیاں لگائی کبھی کسی کے گھر برتن مانجھتی۔ تنور پر روٹی لگاتے ایک بار اُس کا سسر خوشی محمد اُسے منانے اور گھر لے جانے کے لئے آتا ہے۔ بختاور نہایت درشت لہجے میں آے انکار کر دیتی ہے وہ گھر جانا نہیں چاہتی لیکن بوڑھا خوشی محمد بضد ہے کہ وہ بختاور کو اپنے ساتھ لے کر جائے گا بختاور اُس سے جو گلے شکوے کرتی ہے وہ ہمارے عائلی نظام میں اکثر عورتوں کی زبان پر ہوتے ہیں وہ اپنے سسر سے کہتی ہے کہ سسرال والوں کی جتنی مرضی خدمت کرو نہ ساس کبھی ماں بنتی ہے نہ سسر کبھی باپ بنتا ہے اور نہ نند کبھی بہن کا درجہ حاصل کر سکتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ سسرال کے سب رشتے بس شوہر کے سگے ہوتے ہیں۔ بختاور کا سسر اسے ساتھ لے جانے کے لئے منا لیتا ہے بختاور جانے لگتی ہے تو تنور کی بوڑھی بیمار مالکن رونے لگتی ہے وہ مردوں سے شدید نفرت کرنے والی اور سسرال سے دھتکاری ہوئی عورت ہے۔ وہ بختاور کو بتاتی ہے کہ میں روز دّعا کرتی تھی کہ تمیں سسرال سے کوئی لینے آجائے اور تم اپنے گھر چلی جاؤ بختاور کو اماں سرداراں کی باتیں سُن کر بہت حیرت ہوتی ہے۔ اماں سرداراں بیس سال سے اُس لگائی بیٹھی تھی کہ اُس کے سسرال سے کوئی اسے لینے کے لئے آجائے۔

اشفاق احمد کا نمایاں ترین موضوع تصوف ہے۔ لیکن اشفاق احمد نے اپنے بہت سے ڈراموں کی بنیاد عائلی زندگی پر رکھی ہے۔ موجودہ دور میں اشفاق احمد کی شخصیت اُن کے صوفیانہ خیالات کی وجہ سے متنازع فیہ بن گئی کیونکہ بیشتر لوگوں کو یہ گمان ہے کہ انھوں نے صوفیانہ رویہ بعض عملی اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنایا۔ لیکن اگر اُن کے ڈراموں اور افسانوں پر نظر ڈالی جائے تو اِس امر کا انکشاف ہوتا ہے صوفیانہ عناصر اُن کے ہاں عرصۂ دراز سے موجود تھے۔ اُن کے ابتدائی ڈراموں جیسے کہ ”ایک محبت سو افسانے“ کے نام سے ٹیلی کاسٹ ہونے والے ڈراموں میں ہر جگہ ہمیں ایک ایسا کردار ضرور نظر آتا ہے جو اپنے ارد گرد کے لوگوں کو معرفت خداوندی اور معرفت نفس کی دعوت دیتا نظر آتا ہے۔ اشفاق احمد کے بیشتر ڈراموں کا مرکزی نکتہ قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث نبوی ﷺ ہوتی ہے جس کے گرد پوری کہانی گھومتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ تصوف کا رویہ انھوں نے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے اپنایا جن میں سے بیشتر سیاسی نوعیت کے ہیں بالکل بے بنیاد ہے۔ تصوف جو کہ اشفاق احمد کی شخصیت کا ناگزیر حوالہ ہے آغاز ہی سے اُن کے ڈراموں میں نظر آتا ہے اور ”من چلے کا سودا“ میں پورے عروج پر نظر آتا ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشفاق احمد کے شوقِ تحقیق نے انھیں "صوفیوں" اور "بابوں" سے زیادہ قریب کر دیا۔ اشفاق احمد کے ہاں تصوف اور مذہب دونوں ملتے ہیں تاہم اعتدال کا عنصر حاوی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شخصیت میں کسی کٹّر ملا کی سی سختی نظر نہیں آتی۔ اشفاق احمد نے عائلی زندگی کے مختلف نکات جیسے کہ میاں بیوی کے باہمی روابط، طلاق، دوسری شادی، بچوں کی تربیت وغیرہ، پر اپنا نکتہ نظر پیش کیا ہے۔ ڈراموں پر براہ راست بات کرنے سے پہلے مقالے کے ابواب کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ مقالے کے پہلے باب میں عائلی زندگی کے معانی و مفاہیم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قبل از اسلام عائلی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا ہے۔ اسلام میں عائلی زندگی کی اہمیت بھی اسی باب کا حصہ ہے۔ پہلے باب کا دوسرا حصہ اردو ڈرامے میں عائلی زندگی پر مشتمل ہے جس میں مختصراً اردو ڈرامے کے مختلف ادوار میں عائلی زندگی کے تصور کو پیش کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اشفاق احمد کا کھیل "شالا کوٹ" انسان کی شرست میں موجود گناہ کا مرتکب ہونے کی اگلی جبلت اور بعد ازاں اس پر شرم سار ہو کر معافی طلب کرنے کی عادت پر مبنی ڈرامہ سیریل ہے۔ عائلی زندگی کے حوالے سے بہت سے اہم نکات اس ڈرامے میں ملتے ہیں۔ "من چلے کا سودا" اشفاق احمد کا نمایاں ترین ڈرامہ ہے۔ معرفت نفس اور تصوف کو علم طبعیات کے ساتھ جس خوبصورتی سے اشفاق احمد نے ملا جلا

Vol 4 No.3 2020

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کر پیش کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس ڈرامے میں شادی، طلاق، دوسری شادی، محبت میں ناکامی جیسے موضوعات پر اشفاق احمد کا قلم جادو جگاتا نظر آتا ہے۔ ڈرامے کا ہیرو اپنی یوریپین بیوی "مارتھا" کو طلاق دے کر تنہا زندگی گزار رہا ہے۔ اچھے رشتے نہ ملنے کی وجہ سے لڑکیاں اور ان کے والدین جس ذہنی کرب سے گزرتے ہیں وہ اس ڈرامے میں نظر آتا ہے۔ "شہر آرزو" میں بھی عائلی زندگی کے کئی خاص گوشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اشفاق احمد کے ڈراموں میں اکثر ہمیں دھیمے مزاج کے اور بیوی کی بات پر سامنے سر تسلیم کرنے والے شوہر نظر آتے ہیں۔ ان کے اکثر ڈراموں میں شوہر اپنی بیویوں پر ڈراموں میں شوہر اپنی بیویوں پر دل و جان سے فریفتہ نظر آتے ہیں۔ یہ کردار بہت حد تک اشفاق احمد کی حقیقی زندگی سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اشفاق احمد اور بانو قدسیہ نے کامیاب ازدواجی زندگی گزاری۔ گورنمنٹ کالج، لاہور میں زمانہ طالب علمی میں بننے والا رشتہ تادمِ مرگ قائم رہا۔ شہرت کی بلندیوں کو چھونے کے باوجود اشفاق احمد نے ہمیشہ بانو قدسیہ کے ساتھ نرمی اور محبت کا رویہ روا رکھا۔ دونوں کی داستانوی محبت میں کبھی کمی نہیں آسکی۔ یہاں تک موت نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ ہمارے معاشرے میں اشفاق احمد اور بانو قدسیہ جیسی مثالی جوڑیاں موجود ضرور ہیں لیکن ان کی تعداد نہایت قلیل ہے۔

الغرض اشفاق احمد کے ڈراموں میں ہمیں عائلی زندگی کے تقریباً ہر پہلو کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ ان کے ڈراموں میں میاں بیوی کے درمیان رومانس بھرے مکالمات بھی ملتے ہیں اور عام زندگی میں ہونے والی نوک جھوک پر مشتمل مکالمات بھی، لیکن کہیں بھی ان کا قلم شائستگی اور شگفتگی کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کہیں بھی ہمیں جنسیت کا غلبہ نہیں ملتا۔ ان کی تحریر میں ایک ہمہ گیر توازن پایا جاتا ہے اور کہیں بھی ان کی تحریر اخلاقی حدود کو پار کرتی نظر نہیں آتی۔ کہیں کہیں تو اشفاق احمد ایک ماہر نفسیات کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ عورتوں کی نفسیات سے مکمل آگاہی اور ان کی بول چال کے انداز سے وہ پوری طرح آگاہی رکھتے ہیں۔ اشفاق احمد کی نظر نہ صرف مشرقی روایات پر ہے بلکہ وہ مغرب کے عائلی نظام سے بھی پوری طرح آگاہ نظر آتے ہیں۔ شک کی وجہ سے دو خاندانوں کی تباہی، اچھے رشتے نہ ملنے کی وجہ سے والدین کی پریشانیوں، جہیز جیسی لعنت کی وجہ سے شادیوں کے بگاڑ جیسے امور پر انھوں نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ مجموعی طور پر اشفاق احمد نے اپنے ڈراموں میں عائلی زندگی کے تقریباً سبھی پہلوؤں کی بہت احسن انداز عکاسی کی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ زبیر رانا، داستان ثقافت (جلد اول) لاہور، مصباح پبلشرز 1988ء ص:23

2- "THE STRUCTURE OF HUMAN SOCITY", TORANTO LONDON: D.C HEATH AND PUBLSING COMPANY, 1975, PG, 214-15

۳۔ تنزیل الرحمن، ڈاکٹر، قانونی لغت،، لاہور، پی۔ ایل۔ ڈی، پبلشرز، آٹھواں ایڈیشن، 2000ء ص:226

4- HTTP: /I WWW.BUZZIC.COM/ ARTICLES/ WHY - IS – FAMILY IMPORTANT. HTML. BY GIRIJA SHINDE

۵۔ القرآن، سورۃ الرعد، آیت نمبر 38

۶۔ القرآن، سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر 117

۷۔ القرآن، سورۃ نور، آیت نمبر 32

۸۔ فیوض الرحمٰن جدون، ڈاکٹر، اسلام کا نظام حیات، لاہور، نعمانی کتب خانہ، س۔ن، ص:326

۹۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 187

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۱۰۔ القرآن (ترجمہ کنزالایمان) سورۃ النساء، آیت نمبر 03

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ آغاحشر کاشمیری، ترکی حور، لاہور، تعلیمی پریس، 1954ء ص:45

۱۳۔ ابراہیم یوسف، اُردو کے اہم ڈرامہ نگار، فتح گڑھ بھوپال: مالوہ پبلیشنگ ہاؤس، 1982ء ص:85

۱۴۔ آغاحشر کاشمیری، سلور کنگ، لاہور، انارکلی کتاب گھر، 1957ء، ص:24

۱۵۔ ابراہیم یوسف، اُردو ڈرامے کے دس سال (1968ء تا 1978ء) مشمولہ، ماہنامہ شاعر، ممبئی 1979ء ص:30

۱۶۔ غلام معین الدین، ڈاکٹر، دو سماجی ڈرامے، 1992ء ص:27-28

۱۷۔ اشفاق احمد "شاہلا کوٹ" لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2005، ص:11

۱۸۔ ایضاً، ص:149

۱۸۹ ایضاً، ص:80-81

۲۰۔ ایضاً، ص:233

۲۱۔ ایضاً، ص:255

۲۲۔ ایضاً، ص:286

۲۳۔ اشفاق احمد من چلے کا سودا، لاہور، سنگ میل پبلشرز، 1999، ص:20

۲۴۔ ایضاً، ص:45

۲۵۔ ایضاً، ص:65

۲۶۔ ایضاً، ص:78

۲۷۔ ایضاً، ص:150

۲۸۔ ایضاً، ص:170

۲۹۔ ایضاً، ص:211

۳۰۔ ایضاً، ص:230

۳۱۔ اشفاق احمد، شہر آرزو، لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2012، ص:73

۳۲۔ ایضاً، ص:121

۳۳۔ ایضاً، ص:131

۳۴۔ ایضاً، ص:172

ے